رابطہ
مدیر
سید ضیاء الدین جامعیؔ
پروفیسر ڈاکٹر سید ظفر حسنین زیدی (مرحوم)

رابطہ

سہ ماہی نیوز لیٹر

ادارۂ اخوان السادات گلاوٹھی (رجسٹرڈ)

اشاعت مخصوص برائے ممبران

شمارہ ۱۸

مئی ۲۰۰۱ء

مدیر:

سید ضیاء الدین جامی

معاونین:

محترمہ عشرت آفتاب

سید خرم نظام

مجلس منتظمہ:

صدر:

سید محبوب حسن واسطی

نائب صدر:

سید انکسار رحمت

محترمہ ریحانہ سیف

معتمد:

سید صفدر علی

نائب معتمد:

سید عابد علی عابد

سید ضیاء الدین جامی

خازن:

سید وسیم الدین ہاشمی

پبلسٹی سیکریٹری:

سید خرم نظام

ممبران:

سید احمد

سید عثمان غنی راشد

ڈاکٹر سید ظفر زیدی

سیدہ صبیحہ انجم

سید عرفان رحمت

سید سیف الدین احمد

سیدہ ثمینہ جعفری

سید معروف حسن واسطی

سید احمر نظام

سید بدر عالم زیدی

اداریہ

آہ - ڈاکٹر ظفر زیدی

اتوار ۷ جنوری کی صبح علم کا یہ چراغ عالی دماغ ملک کا عظیم سائنسدان، شیخ الجامعہ اور ادارہ اخوان السادات کے ایک عظیم سپوت ڈاکٹر ظفر حسنین زیدی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ۷ جنوری کی یہ صبح موسم خزاں کا پہلا دن ثابت ہوئی اور ہماری یہ محبوب ہستی ہم سے رخصت ہوگئی اناللہ وانا الیہ راجعون-

ہمارے لئے یہ ناقابل تلافی نقصان ہے آپ کی ادارے کے لئے خدمات ہمیشہ یاد رکھیں جائیں گی- آپ ادارے کی ہر میٹنگ میں شرکت کرتے کراچی میں نہ ہوتے یا کوئی بہت اہم میٹنگ میں جانا ہوتا تو آپ اس کی پیشگی اطلاع کرتے - ادارہ اخوان السادات کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے اور اسے پھلتا پھولتا دیکھنے کے لئے ایک جوڑی مشہور ہوئی اور اس نے بے لوث ہو کر کام کیا جن کی خدمات کا اعتراف برادری کا ہر شخص کرتا ہے- اس میں سے ایک نام تھا ظفر زیدی صاحب کا اور دوسرا نام ہے جناب عثمان غنی راشد صاحب کا جن کی یہ جوڑی اب ٹوٹ گئی ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب عثمان غنی راشد صاحب کو ہمارے سروں پر صحت اور تندرستی کے ساتھ قائم رکھے اور وہ اسی طرح ادارے کی خدمت کرتے رہیں جس طرح محترم ڈاکٹر ظفر زیدی صاحب کے ساتھ مل کر کام کرتے تھے-

اور ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف کردیں اور ان کی عظیم خدمات کو قبول کرتے ہوئے ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں- (آمین)

نئے الیکشن:

موجودہ کابینہ تقریباً دو ماہ بعد اپنا دورانیہ مکمل کرنے والی ہے اس نے اپنے اس دور میں کتنی کامیابی حاصل کی اس کا فیصلہ آپ نے کرنا ہے- نئے ہونے والے الیکشن میں ایسے لوگوں کو آگے آنا چاہیئے جو ادارے کو اپنا قیمتی وقت دے سکیں اور اس کے تعلیمی فلاحی کاموں کے منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں-

سید احمد صاحب:

سید احمد صاحب برادری کی نہایت قابل احترام شخصیت ہیں ادارہ اخوان السادات کی تعمیر اور پروان میں ان کا بڑا حصہ ہے- ان کی خدمات کے اعتراف میں رابطہ کا ایک شمارہ سید احمد نمبر نکالا جو یقیناً ان کے شایان شان نہیں تھا- ایک چھوٹی سی کوشش تھی جس کی انہوں نے تعریف کی اور ہماری حوصلہ افزائی کی- ان کی بیماری کی خبر یقیناً برادری کے لئے بڑی تشویش کا باعث ہے- آپ انتہائی تشویشناک حالت میں آغا خاں ہسپتال میں داخل ہیں ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور سلامتی کے ساتھ شفائے کلی عطا فرمائے-

احادیث کی روشنی میں

خرم مراد

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: ابھی تمہارے پاس ایک ایسا آدمی آئے گا جو اہل جنت میں سے ہے۔ تھوڑی دیر میں ایک انصاری صحابی داخل ہوئے۔ ان کی داڑھی سے وضو کے قطرے ٹپک رہے تھے، اور وہ اپنے بائیں ہاتھ میں جوتے پکڑے ہوئے تھے۔ اگلے دن بھی نبیؐ نے یہی بات دہرائی، اور پہلے دن کی طرح وہی صاحب آئے۔ تیسرا دن آیا تو آپؐ نے پھر یہی ارشاد فرمایا، اور پھر وہی صاحب پہلے کی طرح آئے۔

جب نبیؐ اٹھ گئے، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان صاحب کے پیچھے پیچھے گئے اور ان سے کہا: میری اپنے باپ سے لڑائی ہوگئی ہے، اور میں نے طے کیا ہے کہ تین دن ان کے پاس نہیں جاؤں گا۔ کیا آپ کے پاس رہ سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا: ضرور۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بتاتے تھے کہ وہ ان صاحب کے ساتھ تین رات رہے۔ انہوں نے نہیں دیکھا کہ وہ قیام ولیل کے لئے اٹھتے ہوں، سوائے اس کے کہ جب آنکھ کھلتی تو بستر پر لیٹے لیٹے اللہ کو یاد کر لیتے اور تکبیر پڑھتے، یہاں تک کہ نماز فجر کا وقت ہو جاتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مزید کہا: ہاں، سوائے اس کے کہ میں نے ان کو صرف بھلی بات بولتے سنا۔ جب تین راتیں گزر گئیں، اور مجھے ان کا عمل کچھ بھی نہ لگا، تو میں نے ان سے کہا: اے اللہ کے بندے، میری اپنے باپ سے نہ ناراضگی ہوئی تھی اور نہ ترکِ تعلق۔ میں نے تو رسول اللہ ؐ کو تین مرتبہ آپ کے بارے میں یہ کہتے سنا کہ ''ابھی تمہارے پاس ایک ایسا آدمی آئے گا جو اہلِ جنت میں سے ہے'' ۔ تینوں بار آپ ہی آئے۔ میں نے سوچا کہ میں کچھ وقت آپ کے پاس رہوں اور دیکھوں کہ آپ کیا خاص عمل کرتے ہیں۔ اسی لئے میں آپ کے پیچھے پیچھے آیا۔ لیکن میں نے آپ کو کوئی بڑا عمل کرتے نہیں دیکھا۔ اب آپ بتائیے، وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو اس مقام پر پہنچا دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا؟ انہوں نے کہا: جو کچھ تم نے دیکھا، اس کے علاوہ تو کچھ بھی نہیں کرتا۔

میں (اجازت لے کر) چلنے لگا، تو انہوں نے مجھے پکارا، اور کہا: جو تم نے دیکھا، اس کے علاوہ تو کچھ نہیں ...... مگر ہاں، میں کسی بھی مسلمان کے لئے اپنے دل میں کوئی برائی اور میل نہیں رکھتا، نہ میں کسی سے، اس پر جو اسے اللہ نے دیا ہے، حسد کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: بس یہی وہ کمال ہے جو آپ کو حاصل ہے (احمد)۔

ہر مسلمان بھائی کی طرف سے سینہ صاف رکھنا، کوئی عداوت یا برائی دل میں نہ رکھنا، اور اس سے حسد نہ کرنا ...... یہ اتنا اونچا عمل ہے کہ تین مرتبہ حضورؐ سے جنت کی بشارت پائی۔

☆

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے، کہ ایک آدمی نے حضرت ابوبکرؓ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ حضورؐ اس کے برا بھلا کہنے کو سنتے، تعجب کرتے اور مسکراتے رہے۔ جب وہ شخص (باز نہ آیا) اور کہتا ہی چلا گیا، تو حضرت ابوبکرؓ نے اس کی بعض باتوں کا جواب دیا۔ اس پر نبیؐ کے (چہرے کے) اوپر ناراضگی ظاہر ہوئی اور آپؐ وہاں سے اٹھ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ حضورؐ کے پیچھے پیچھے گئے اور عرض کیا: یارسول اللہؐ وہ شخص مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا، اور آپؐ تشریف فرما رہے۔ جب میں نے اس کی بعض باتوں کا جواب دیا، تو آپؐ ناراض ہوگئے اور اٹھ گئے؟

حضورؐ نے فرمایا: (ابوبکرؓ) تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو اس کو جواب دے رہا تھا۔ جب تم نے خود اس کو جواب دینا شروع کر دیا، تو

شیطان بیچ میں کود پڑا-

حضورؐ نے یہ بھی فرمایا: جس بندہ پر ظلم کیا جائے، اور وہ صرف اللہ کی رضا کی خاطر خاموش رہے، اللہ اس کی زبردست مدد کرتا ہے- (احمد، ابوداؤد، مشکوۃ)-

لوگ برا بھلا منہ پر بھی کہتے ہیں، پیٹھ پیچھے بھی- اور آج کل تو لکھتے بھی ہیں، اور سینکڑوں ہزاروں تک پہنچا دیتے ہیں، فوٹو کاپی کر کے یا اخبار رسالوں میں چھپوا کر- اللہ کی رضا کی خاطر صبر اور خاموشی اختیار کرنا ہی بہتر روش ہے، کہ فرشتوں کے ذریعہ نصرت کا مستحق بناتی ہے- آدمی جواب دینے پر اتر آئے تو کہیں نہ کہیں کوئی شیطانی بات سرزد ہونے کا غالب امکان ہے-

☆

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:

ایک آدمی جنگل میں کھڑا تھا- اس نے اوپر بادل میں سے ایک آواز سنی: جا اور فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر- (اس نے دیکھا کہ) وہ بادل ایک جانب بڑھا، اور ایک پتھریلی زمین پر پانی برسایا- وہ پانی چھوٹی چھوٹی نالیوں میں بہنے لگا، اور پھر سب ایک نالے میں جمع ہو گیا-

وہ آدمی یہ معلوم کرنے کے لئے کہ یہ پانی کہاں جاتا ہے نالے کے ساتھ ساتھ چلا- یہاں تک کہ اس نے ایک شخص کو دیکھا، جو اس پانی کو اپنے باغ میں بیلچے سے ادھر ادھر پھیلا رہا تھا-

اس آدمی نے (باغ والے سے) پوچھا: اے بندۂ خدا، تیرا نام کیا ہے؟

باغ والے نے کہا: میرا نام فلاں ہے (یعنی وہی نام بتایا، جو اس نے بادل میں سے سنا تھا)-

پھر اس نے سوال کیا: اے خدا کے بندے، تو نے میرا نام کیوں پوچھا؟

اس آدمی نے جواب دیا: میں نے بادل میں سے، جس کا یہ پانی ہے، آواز سنی تھی کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر، (یعنی تیرا نام لیا)- تو اپنے باغ میں ایسا کون سا نیکی کا کام کرتا ہے؟ (کہ بادل کو تیرا نام لے کر حکم ہوا کہ تیرے لئے پانی برسائے)-

باغ والے نے کہا: تو نے یہ بات بتائی ہے تو میں بھی بتاتا ہوں- جو کچھ میرے باغ میں پیدا ہوتا ہے، میں اس کا ایک تہائی صدقہ کر دیتا ہوں، ایک تہائی اپنے اور اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہوں، اور ایک تہائی اسی باغ میں (اس کی ترقی کے لئے) لگا دیتا ہوں (مسلم)-

اللہ تعالیٰ کو یہ محبوب ہے کہ آدمی راہ خدا میں خرچ کرے، اور اتنا ہی کرے جتنا دنیا کے لئے کرتا ہے- اسی طرح اسے یہ بھی محبوب ہے کہ اپنے اوپر بھی خرچ کرے، اور اپنے ذریعۂ معاش میں ترقی کے لئے سرمایہ کاری بھی کرے- پھر آسمان سے بھی برکتوں کی بارش ہوتی ہے، جس سے پیداوار پھلتی پھولتی ہے-

☆

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ علیہ تعالیٰ عنہ (مزید) بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک آدمی نے سوچا کہ میں آج ضرور کچھ خیرات کروں گا- چنانچہ وہ رات کو صدقہ دینے کے لئے مال لے کر نکلا، مگر (اندھیرے کی وجہ سے) ایک چور کے ہاتھ میں دے آیا- صبح ہوئی تو لوگوں میں چرچا ہوا، کہ آج رات ایک چور کو خیرات دی گئی-

اس آدمی نے (یہ سنا تو) کہا: اے میرے اللہ، حمد تیرے ہی لئے ہے، کہ صدقہ ایک چور کو مل گیا! اب آج رات میں پھر خیرات کروں گا-

چنانچہ وہ پھر صدقہ دینے کے لئے نکلا، مگر اب کے ایک بدکار عورت کے ہاتھ پر رکھ آیا، صبح ہوئی تو لوگوں میں پھر چرچا ہوا، کہ آج رات ایک بدکار عورت کو خیرات دی گئی- اس آدمی نے (یہ سنا تو) کہا:

اے میرے اللہ ، حمد تیرے ہی لئے ہے کہ صدقہ ایک بدکار عورت کو مل گیا! اب آج رات میں پھر خیرات کروں گا-

(تیسری رات) وہ پھر نکلا، مگر اب کے صدقہ ایک دولت مند شخص کو دے آیا- صبح ہوئی تو لوگوں میں پھر چرچا ہوا، کہ آج رات ایک دولت مند شخص کو خیرات دی گئی - اس آدمی نے (یہ سنا) تو کہا: اے میرے اللہ، ساری حمد تیرے ہی لئے ہے کہ صدقہ کبھی ایک چور کو، کبھی ایک بدکار عورت کو، اور کبھی ایک دولت مند کو مل گیا !

اسے خواب میں بتایا گیا: تیرے سارے صدقات قبول ہو گئے - ممکن ہے کہ جو صدقہ تو نے چور کو دے دیا وہ اسے چوری سے باز رکھے، جو تو نے ایک بدکار عورت کو دے دیا، وہ اسے بدکاری سے باز رکھے، اور جو تو نے دولت مند کو دے دیا، اس سے وہ عبرت پکڑے، اور جو کچھ اللہ نے اسے دیا ہے، اس میں سے خرچ کرے (بخاری و مسلم)-

مال دینا، مٹھی بھر بھر کے دینا، صرف اللہ کی رضا پر نظر رکھتے ہوئے دینا، اور اپنی دانست میں غلط جگہ بھی چلا جائے تو دیتے رہنا...... یہی اللہ کو محبوب ہے- نہ یہ کہ تحقیق کرنے پر تلے رہنا، اور غلط آدمی کو چلا جائے تو کف افسوس ملنا، یا کسی ایسے دینی کام میں دینا جو اپنی مرضی کے مطابق نہ ہو، یا اس کے نتائج اپنی پسند کے مطابق نہ نکلیں، تو کہنا کہ میرے پیسے ضائع ہو گئے-

(ترجمان القرآن: جنوری ۹۴)

☆

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے- ہم نے دیکھا کہ آپؐ یکا یک ہنس پڑے یہاں تک کہ آپؐ کے سامنے کے دانت نظر آنے لگے- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپؐ سے کہا: اے اللہ کے رسولؐ، آپؐ پر میرے ماں باپ قربان، آپؐ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ میری امت کے دو آدمی رب العزت کے سامنے دو زانو بیٹھے ہیں - ان میں سے ایک نے کہا: میرے رب، میرے بھائی سے میرا حق دلوایئے-

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو! اس کے پاس تو اب کوئی نیکی باقی نہیں بچی-

وہ شخص بولا: میرے رب، اگر اس کے پاس کوئی نیکی نہیں رہی، تو وہ میرے گناہوں کا بوجھ اٹھائے-

(یہ کہتے ہوئے) رسول اللہؐ رونے لگے اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے- اور فرمایا: وہ دن بڑا ہی سخت ہوگا! لوگ اس کے بھی محتاج ہوں گے کہ کسی طرح ان کے گناہ ہی ہٹا لیئے جائیں- پھر فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مانگنے والے سے کہا: ذرا اپنی نگاہ اوپر اٹھاؤ اور دیکھو-

اس نے اوپر دیکھا، تو بولا: سونے کے شہر! اور سونے کے محل ہیں! موتیوں سے مرصع ہیں! یہ کس نبی کے لئے ہیں؟ کس صدیق کے لئے ہیں؟ کس شہید کے لئے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو اس کی قیمت دے (اس کے لئے)

وہ بولا! میرے رب، اس کی قیمت بھلا کون دے سکتا ہے!

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو دے سکتا ہے-

اس نے پوچھا: کیسے؟

فرمایا: اپنے بھائی کو معاف کر کے-

وہ بولا: میرے رب، میں نے اس کو معاف کر دیا-

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ لے، اور اسے جنت میں لے جا- پھر اس موقع پر آپؐ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو، اپنے درمیان صلح صفائی رکھو کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے درمیان صلح صفائی کراتا ہے (الحاکم، البیہقی)-

انسانوں کے حقوق کی ادائیگی قیامت کے دن نیک اعمال کی کرنسی ہی سے ہو سکتی ہے- لیکن غلطیاں انسان ہی سے ہوتی ہیں- اس لئے جہاں عفو و درگذر نہ ہو- کسی کے لئے بھی نجات نہیں- اسی لئے عفو و درگزر کی اتنی حسین و پرکشش ترغیب دی گئی ہے- زمین و آسمان کی طرح وسیع جنت ان کے لئے ہے جن کے دل اتنے ہی وسیع ہوں، اور وہ انسانوں کو معاف کرنے والے ہوں-

☆

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ نے فرمایا:

لوگو، اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہاری عورتیں حدود سے باہر نکل پڑیں گی، تمہارے نوجوان نافرمان ہو جائیں گے، اور تم جہاد کو چھوڑ بیٹھو گے۔

صحابہؓ نے کہا، اے اللہ کی رسول کیا واقعی ایسا بھی ہوگا؟

آپؐ نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، عنقریب اس سے بھی بڑھ کر ہوگا۔

صحابہؓ نے کہا، اس سے بڑھ کر کیا ہوگا؟

آپؐ نے فرمایا، اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ بیٹھو گے!

صحابہؓ نے کہا، اے اللہ کے رسولؐ کیا ایسا بھی ہونے والا ہے؟

(پھر فرمایا) قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس سے بھی کہیں زیادہ ہوگا۔

صحابہؓ نے کہا، اے اللہ کے رسولؐ، اس سے زیادہ اور کیا ہوگا؟

آپؐ نے فرمایا ''تمہارا کیا حال ہوگا جب تم معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھنے لگو گے۔

صحابہؓ نے کہا، اے اللہ کے رسولؐ کیا، وہ دن بھی آنے والا ہے؟

آپؐ نے فرمایا، ہاں، اللہ تعالیٰ کہتا ہے، میری ذات کی قسم (جب ایسی صورت ہو جائے گی تو) میں ان کے لئے ایسا فتنہ برپا کردوں گا جس میں صاحبانِ عقل و ہوش، حیران و ششدر رہ جائیں گے (ابن ابی الدنیا)۔

بگاڑ کی ابتدا گھر سے ہوتی ہے۔ عورت ایمان وعمل کے تحفظ کی آخری پناہ گاہ ہے۔ نوجوان اس کا مستقبل، ماضی سے مستقبل کا سفر انہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ بگاڑ کی آخری حد یہ ہے کہ معروف اور منکر کی تمیز اٹھ جائے، بلکہ لوگ معروف سے روکنے لگیں اور منکر کی ترغیب دینے لگیں۔ پھر انجام ایسے فتنے ہیں کہ عقل کام نہ کرے، کیسے بچا جائے، ایسے مسائل ہیں کہ حل نہ ہوں، ایسی پریشانیاں ہیں کہ دور نہ ہوں۔

(ترجمان القرآن: فروری ۹۴)

ابومحذورہ کی خوش بختی

سید محبوب حسن واسطی

ابومحذورہ بڑے شوخ طبیعت نوجوان تھے۔ لوگوں کی نقلیں اتارتے خود بھی خوب ہنستے اور دوسروں کو بھی خوب ہنساتے۔ آواز بھی خوبصورت پائی تھی کہ کانوں میں رس گھولتی تھی۔ ایک بار ایسے ہی خوشگوار موڈ میں اپنے نو ساتھیوں کے ہمراہ حنین کی طرف جارہے تھے اور اتفاقاً ادھر سے حضور صلی علیہ وآلہ وسلم غزوہ حنین سے واپس تشریف لارہے تھے کہ نماز کا وقت ہوگیا اور مؤذن نبویؐ نے اذان دینا شروع کی۔ ابومحذورہ کی طبیعت میں شوخی تو تھی ہی ساتھ ہی دل میں اسلام سے شدید نفرت بھی تھی۔ ان کے بتوں کے خلاف یہ نیا دین انہیں ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔

انہوں نے اذان کی بھونڈی نقل اتارنا شروع کی اور وہ بھی اتنی ہی بلند آواز سے جس بلند آواز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن اذان دے رہے تھے۔ مگر ان کی آواز میں جو قدرتی دلکشی تھی وہ اس نقل اور شوخی میں بھی برقرار رہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک کانوں میں جب ان کی آواز پہونچی تو آپ نے ان سب لڑکوں کو بلا بھیجا اور جب وہ سب آگئے تو ان سے پوچھا بتاؤ تم میں سب سے بلند آواز کس کی تھی۔ ان کے ساتھیوں نے ان کی طرف اشارہ کردیا کہ یہ آواز ابومحذورہ کی تھی۔ حضور صلی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کیا ارشاد فرمایا یہ ذرا

دیر بعد، آیئے پہلے سمجھیں کہ اسلام میں جہاد کا کیا تصور ہے اور غزوہ حنین جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لا رہے تھے کب پیش آیا اور اس کا پس منظر کیا تھا-

اللہ کے دوستوں کا اس کے دشمنوں کے خلاف بھرپور طاقت کا استعمال (زبان کی طاقت، علم کی طاقت یا اسلحہ کی طاقت) بشرطیکہ یہ طاقت کا استعمال اظہار شجاعت یا توسیع سلطنت کے لئے نہ ہو اور نہ اس کا مقصد قومیت، عصبیت وطنیت کا فروغ یا حصول مال و دولت ہو بلکہ جس کا مقصد وحید اللہ کا نام بلند کرنا اور شرعی احکام کی تنفیذ ہو تا کہ مسلمان دشمنوں کی سازشوں اور شر سے محفوظ رہیں اور عزت کی زندگی گذاریں اسلام کی نظر میں جہاد کہلاتا ہے- بخاری شریف کی ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مقصد کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

لتکون کلمته الله هی العلیا

(تا کہ اللہ ہی کا بول بالا رہے)

اور بعض بزرگوں نے اس کی مثال اس طرح دی کہ کسی شخص کے بدن کے کسی حصہ میں کوئی پھنسی یا پھوڑا نکل آئے تو علاج کا پہلا مرحلہ اس زخم پر مرہم رکھنا ہے- دین کی زبان میں یہ پہلا مرحلہ وعظ و نصیحت کا مرہم ہے- اگر اس سے فائدہ نہ ہو تو دوسرا مرحلہ زخم پر نشتر لگانا ہے کہ ٹھیک ہو جائے اور یہ مرحلہ دین کی زبان میں کافروں پر جزیہ کا نفاذ اور ان کا استرقاق ہے اور اگر پھر بھی زخم ٹھیک نہ ہو اور بدن کا وہ حصہ گلنا سڑنا شروع ہو جائے اور اس سے سارے بدن میں زہر پھیلنے کا خدشہ پیدا ہو جائے تو پھر تیسرا اور آخری مرحلہ اس عضو بدن کو کاٹ ڈالنا ہے اور یہ مرحلہ دینی زبان میں جہاد و قتال کا مرحلہ کہلاتا ہے-

غزوہ حنین کی طرح اسلام کے تمام غزوات و سرایا اسی مقصد کے لئے تھے- کل غزوات جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی - بقول آئمہ مغازی موسیٰ بن عقبہ، محمد بن اسحٰق و ابن سعد وغیرہ اور بقول جمہور محدثین ۲۷ تھے لیکن جن غزوات میں کفار سے قتال کی نوبت آئی وہ یہ نو تھے: غزوہ بدر، احد، خندق، بنی قریظہ، بنی مصطلق، خیبر، فتح مکہ، طائف اور غزوہ حنین-

فتح مکہ کے بعد حنین کے قبائل (ہوازن و ثقیف) کے کافر سردار مالک بن عوف کو خدشہ لاحق ہوا کہ فتح کے نشہ میں سرشار مسلمان کہیں اب ان پر حملہ نہ کر دیں لہذا کیوں نہ وہ پہلے مسلمانوں پر حملہ کر دے- چنانچہ اس نے ۲۰ ہزار کے لشکر جرار سے مسلمانوں پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی کو تحقیق حال کے لئے بھیجا تو معلوم ہوا وہاں زور و شور سے حملہ کی تیاریاں جاری ہیں چنانچہ ۸ شوال ۸ ھ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ ہزار افراد کے ساتھ یہ حملہ پسپا کرنے کے لئے نکلے- ان بارہ ہزار میں دس ہزار افراد تو آپ کے سچے جان نثار تھے تاہم دو ہزار میں کچھ کچے عقیدہ والے نومسلم اور ان کے بعض غیر مسلم دوست بھی شامل ہو گئے تھے (سیرۃ ابن ہشام)

یہ پہلا موقعہ تھا کہ مسلمان اتنی بڑی تعداد میں جہاد کے لئے نکلے تھے- یہ دیکھ کر بعض مسلمانوں کے منہ سے یہ غلط جملہ نکل گیا:

لن نغلب الیوم من قلة

(آج ہم قلت کے باعث مغلوب نہ ہوں گے)

یعنی جب ہمیں غزوہ بدر میں ۳۱۳ کی قلیل تعداد کے باوجود شکست نہ ہوئی تو آج ۱۲ ہزار فوج کی موجودگی میں کیسے شکست ہو سکتی ہے- گویا انہیں یہ غلط فہمی ہوئی کہ فتح و نصرت کا تعلق فوج کی کثرت سے ہے- قرآن کریم نے ان کی اس غلط فہمی کو دور فرمایا-

ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم ، فلم تغن ، عنکم شیاء (توبہ، آیت ۲۵)

(اور حنین کے دن بھی جبکہ تمہیں اپنے مجمع کی کثرت سے غرہ ہو گیا تھا پھر وہ کثرت تمہیں کچھ کارآمد نہ ہوئی)

کہ فتح و نصرت کا تعلق فوج کی کثرت سے نہیں تائید ایزدی سے ہے-

ہوا یوں کہ وہ ۲۰ ہزار افراد گھاٹیوں میں چھپ کر بیٹھ گئے ابھی پوری طرح صبح بھی نہ ہوئی تھی اور تاریکی باقی تھی اور مسلمان ایک تنگ درہ سے گذر رہے تھے کہ ان ۲۰ ہزار افراد نے اچانک زبردست حملہ کر دیا- اس ناگہانی حملہ سے وہ دو ہزار کچے نومسلم اور ان کے غیر مسلم دوست

بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں میں انتشار پھیل گیا- حضرت عباسؓ جو بہت بلند آواز تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ انصار اور بیعت رضوان والوں کو بلند آواز سے پکار کر واپس بلائیں کہ مسلمان دوبارہ مجتمع ہو کر بھر پور جوابی حملہ کریں کہ انشاء اللہ تعالیٰ فتح ان کا مقدر ہے- مسلمان لوٹے اور یکبارگی جوابی حملہ کیا- ادھر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک مشت خاک کافروں کے لشکر کی طرف پھینکی جو ہر کافر کی آنکھوں میں گئی اور فرمایا ''محمد کے رب کی قسم کافروں نے شکست کھائی'' مسلمانوں کے اس بھر پور اور غیر متوقع جوابی حملہ سے کافر بھاگ کھڑے ہوئے - ان کے ۷۰ افراد مارے گئے - متعدد گرفتار ہوئے اور میدان جنگ مسلمانوں کے ہاتھ رہا جنہیں بہت سا مال غنیمت اور اسباب وسامان ملا-

جہاد کے اسلامی تصور اور غزوہ حنین میں کافروں کی زبردست شکست کے ذکر کے بعد آیئے پھر ابو محذورہ کی شوخی اور ان کے مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذان کی نقل اتارنے کے واقعہ کی طرف لوٹتے ہیں کہ جب ابو محذورہ کے ۹ ساتھیوں نے بتایا کہ تمسخر کے طور پر بلند آواز سے اذان کی نقل اتارنے والے یہ ابو محذورہ ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ۹ ساتھیوں کو تو جانے کی اجازت دے دی لیکن ابو محذورہ کو روک لیا اور ان سے اذان دینے کو کہا - ابو محذورہ اذان دینا کیا جانیں کہ وہ کلمات اذان سے یکسر نا آشنا بلکہ متنفر تھے - وہ تو ایک مذاق تھا جو وہ کر رہے تھے - حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اذان کے الفاظ بتاتے جاتے اور یہ طوعاً وکرہاً بلند آواز سے ان کو ادا کرتے جاتے - یہ جب اشہد ان لا الہ الا اللہ پر پہنچے تو انہیں یہ توحیدی الفاظ ادا کرنے میں تامل ہوا کہ یہ ان کے کافرانہ عقیدہ بت پرستی کے خلاف تھے - اسی طرح اشہد ان محمداً رسول اللہ کے ادا کرنے میں انہیں ہچکچاہٹ محسوس ہوئی کہ وہ عقیدہ رسالت محمدیؐ کے نہ صرف قائل نہ تھے بلکہ اس سے متنفر تھے - دو مرتبہ جب طوعاً وکرہاً اشہد ان لا الہ اللہ کہہ چکے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور دعا فرمائی یا اللہ ! میرا کام اس کی زبان سے یہ الفاظ ادا کرانا تھا - اب اس عقیدہ توحید کو اس کے دل میں اتارنا تیرا کام ہے اور آپ نے ابو محذورہ سے یہ الفاظ مزید دو مرتبہ کہلوائے - حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے اب یہ عقیدہ ان کے دل میں اترنا شروع ہوا-

اسی طرح اشہد ان محمداً رسول اللہ پر پہنچے تو دو مرتبہ طوعاً وکرہاً انہوں نے کہا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی یا اللہ میرا کام یہ الفاظ ان سے کہلوانا تھا اب عقیدہ رسالت کو ان کے دل میں اتارنا تیرا کام ہے اور پھر یہ الفاظ دو مرتبہ ان سے کہلوائے (اذان میں شہادت توحید و شہادت رسالت کے یہ الفاظ دو دو مرتبہ کہے جاتے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے یہ کلمات چار چار مرتبہ کہلوائے - اہل علم کی اصطلاح میں اذان میں شہادتین کے اس تکرار کو ''ترجیع'' کہتے ہیں)

پہلے کے مقابلے میں اب ابو محذورہ کافی بدلے بدلے ہوئے تھے - جب انہوں نے اذان ختم کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سر کے اگلے حصہ پر اور ان کے چہرہ اور سینہ اور قلب وجگر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور دعا فرمائی بارک اللہ فیک و بارک اللہ علیک (اللہ تم میں برکت دے اور تم پر برکت نازل فرمائے) اور اس دعا کی برکت سے وہ نہ صرف سچے مسلمان بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائی بھی بن گئے-

اب یہ ابو محذورہ سے حضرت ابو محذورہؓ بن گئے اور چونکہ اذان کے ذریعہ انہیں یہ دو جہان کی عزت ملی تھی لہذا اذان کے سچے شیدائی - انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی: یا رسول اللہ! مجھے مکہ مکرمہ میں مسجد بیت اللہ کا مؤذن بنا دیا جائے - حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ درخواست منظور فرمائی اور یہ آپ کا حکم نامہ لیکر گورنر مکہ کے پاس گئے جنہوں نے بہ حیثیت مؤذن مسجد بیت الحرام آپ کا تقرر فرما دیا-

کہاں وہ ایک شوخ نوجوان جس نے دین کے ایک اہم رکن کے بارے میں گستاخی کا ارتکاب کیا اور کہاں یہ فیضان نبوی اور دعاء نبوی کی برکت سے اس کا ایک عظیم دینی منصب پر فائز ہو جانا اور دنیا کی سب سے بڑی مسجد کا موذن بن جانا - سچ ہے خدا جسے چاہے عزت دے اور جتنی چاہے دے - ایمان چونکہ اب ابو محذورہ کے قلب کی گہرائیوں میں اتر چکا تھا اس سے ان کی اذان میں غضب کی مٹھاس اور شیرینی آ گئی تھی - ان کی اذان جب شروع ہوتی لوگ چلتے چلتے رک جاتے اور ان کی میٹھی آواز سے لطف اندوز ہوتے اور شعراء ان کی خوش الحانی کی قسمیں کھایا کرتے تھے-

پروفیسر حسنین زیدی

جمیل الدین عالی

پروفیسر ظفر زیدی سے دوستی نہیں تھی کبھی کبھی ملاقات ہوجاتی یا چند علمی تقریبات میں ساتھ رہا (ہماری عمروں میں بھی بہت تفاوت تھا) لیکن بہ حیثیت شیخ الجامعہ انہیں جتنا دیکھا - اس کا تاثر یہ بنا کہ جامعہ کے وقار ، مالی حالت اور علمی مقام کی خاطر حکومت سے ایسے جی دار لڑنے والے اہل منصب اساتذہ بہت کم گزرے ہیں -

۱۹۹۹ء میں سینیٹ کی ایک مجلس قائمہ برائے تحقیقات تعلیم و سائنس کی ایک نہایت اہم نشست ہونے والی تھی - میں اس مجلس کا صدر نشین رہا ہوں - اراکین بارہ سینیٹرز ، چاروں صوبوں اور مختلف پارٹیوں سے ، دوسری طرف وفاقی (گاہے گاہے صوبائی) حکومت کے وزراء اور افسران اعلی - میں نے ایجنڈا میں ایک خاص موضوع شامل کردیا تھا - مفہوم یہ کہ جامعات کو وفاقی گرانٹ کن بنیادوں پر اور کس حساب سے دی جاتی ہے - سینٹ کی انتظامیہ کسی کو باہر سے بلانے کے اخراجات کم رکھنا چاہتی تھی ، تمام صدور مجلس شاکی رہتے تھے - میں نے رفع شر کیلئے کسی کو باہر سے نہیں بلایا صرف شیخ الجامعہ قائداعظم یونیورسٹی کو دعوت شرکت دی کہ آئیں سنیں اور مشورے دیں - (وہ بہت سینئر بھی ہیں) پروفیسر ظفر حسنین زیدی کو پتہ چلا تو مجھے فون کیا کہ اس نشست میں تو مجھے ضرور بلایئے ، یونیورسٹی آپ سے خرچ نہیں لے گی - میں نے دعوت نامہ بھیج دیا - کاش کبھی اس مجلس کی کاروائی چھپ سکے - حسب ضوابط ٹیپ ریکارڈ تو ہوئی ہے - شریک سینیٹرز کے پے درپے سوالات ، یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے صدر اور وفاقی حکومت کے بااختیار نمائندوں اور خود معتمد اور وزیر تعلیم کے مضبوط ، پرشکوہ ، منصبی قوت کے ساتھ - دفاع کے باوجود ڈاکٹر زیدی نے ثابت کردیا کہ وفاقی حکومت سے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے ذریعے جو گرانٹ جامعہ کراچی کو ملتی (رہی) ہے وہ اس کی جائز ضرورتوں اور مسلمہ بین الاقوامی اصولوں سے قطعی غیر متناسب اور نہایت غیر منصفانہ رہی (اور تھی) - انہوں نے اس نشست میں یو جی سی سے یہ وعدہ کرایا کہ ''آئندہ'' کے لئے باہمی مشورت اور کابینہ اور پارلیمانی منظوری سے ٹھوس ضوابط بنا دیئے جائیں گے جن کے مطابق جامعات کی کارکردگی اور ضروریات کے معیار و مقدار مقرر ہوں - معلوم نہیں اس سفارش کا کیا نتیجہ نکلا ہے اسی نشست میں کسی نے کہہ دیا تھا کہ بہرحال جامعہ کراچی ملک کی سب سے بڑی جامعہ ہے اور کسی نے اس کی تردید بھی کرنی چاہی تھی - پروفیسر زیدی بپھر گئے تھے - میں نے یہ بھی دیکھا کہ (پچھلے ۲۴ جون کو) اقوام متحدہ کی عمارت میں جو عالمی اردو کانفرنس منعقد ہوئی تھی وہاں انہوں نے اردو کے مستقبل پر اپنے نہایت فاضلانہ خطبے میں حاضرین اور صحافت کی توجہ جامعہ کراچی کی علمی حیثیت اور خدمات کے حوالے سے اسکے مالی مسائل یعنی قلت وسائل پر اس طرح دلائی کہ بہت سے حاضرین نے ان سے انکا فون نمبر مانگا - وہ چندے کیلئے عرب ممالک کے دورے بھی کرنے والے تھے (ایک آدھ جگہ تو جا بھی چکے تھے) ابھی پچھلے دنوں مجھ سے کہا کہ جناب دوبئی میں آپ کی بہت سنی جاتی ہے - عرض کی مجھے تو بے شک سنا جاتا ہے مگر یہ مجھے علم نہیں کہ میری بہت سنی جاتی ہے - بولے بہرحال میرے ساتھ اپنے خرچ پر چندہ مہم برائے جامعہ میں چلئے اور وہاں رہنے کا انتظام بھی خود ہی کیجئے گا - میں نے سوچا وہاں اپنے بڑے مہربان و میزبان زیڈ یو صابری موجود ہیں - آمد و رفت کا کرایہ نکال ہی لوں گا - تیار ہو گیا ، مگر پھر آپریشن کیلئے اسپتال جانا پڑا - وہاں انکی طرف سے ایک خوبصورت گلدستہ ملا جس کی پتی پتی سے شرافت اور محبت کی خوشبو آتی تھی - (ڈاکٹروں نے خیریت طلبی کے زائرین پر سخت پابندی لگا رکھی تھی - چند روز بعد اجازت لے کر فون پر پرسش احوال ضرور کرتے رہے - معلوم نہیں وہ دوبئی گئے یا نہیں - لیکن میں سمجھتا ہوں وہ جیتے رہتے تو ایک دو سالوں میں جامعہ کراچی کی مالی حالت نہ صرف ابتر نہ رہتی بلکہ بہت بہتر ہو جاتی - حالانکہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کو جامعہ کراچی سے کوئی ازلی ابدی بیر لگتا ہے - پروفیسر ظفر حسنین زیدی کے ذاتی اوصاف بھی بہت کہے جا رہے ہیں - انکی علمی حیثیت ، بطور سائنس داں تو مسلم تھی ہی - میں ان دو شعبوں میں کیا اضافہ کروں گا اور

اتفاق سے میں زیادہ اہمیت حقوق العباد کو دیتا ہوں وہی علامہ کا معیار'' میں
اسکا بندہ بنوں گا جسکو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا'' یعنی میں نے ان میں
جامعہ کے لئے جو تڑپ اور اس کی طلباء واساتذہ کی بہبود اور معیار تدریس
میں ہر ممکن ترقی کی آرزو اور ان سمتوں میں جو عملی اقدامات ہوتے (خود)
دیکھے انہیں ذاتی فضائل سے کم نہیں سمجھتا بلکہ ان کی افادیت ذاتی فضائل سے
زیادہ ہی جانتا ہوں - افسوس نہ میں ان کے جنازے میں شریک ہو سکا - نہ
فاتحہ سوم میں - ابھی ذرا سی تھکن اور دباؤ برداشت کرنے کا دم نہیں ہے - دعا
کیجئے کہ اللہ تعالیٰ جلد صحت کاملہ عطا کریں -

برسبیل تذکرہ

ایسے اہم شیخ الجامعہ کا ذکر آیا تو ایک جملہ معترضہ توجہ طلبی پر مصر
ہے - کیسی توجہ؟ وقار جامعات کی حفاظت، استقرار اور فروغ پر - مجھے
نہایت افسوس کیساتھ یاد آتا ہے کہ کئی ادوار میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں
کی غلط سلط پالیسیوں اور سیاستدانوں کی مداخلت سے ہماری کئی جامعات
میں شیوخ الجامعہ اور اساتذہ وطلباء کے مابین اختلافات نہایت افسوسناک
واقعات کی شکل میں بدلتے رہے - کوئی تیس برس ہوئے جامعہ پنجاب
میں پروفیسر حمید احمد خان جیسے فاضل، مشفق اور مستعد شیخ الجامعہ کے ساتھ
زیادتیاں ہوئیں - جامعہ کراچی میں ڈاکٹر محمود حسین خان جیسی شخصیت کی
بے احترامی ہوئی، بہت سی مثالیں ہیں اور مسلسل ..... مجھے ڈاکٹر ظفر زیدی
اور اساتذہ وطلباء کے مابین کسی قابل ذکر چپقلش کا مصدقہ علم نہیں - میری
اطلاع کے مطابق تو گاہے گاہے چھوٹے موٹے مسائل و مطالبات پر
باہمی اختلافی گفتگو تو ہو جاتی تھی اور یہ سب ایک مشاورتی عمل بھی کہا جا سکتا
ہے لیکن مجموعی طور پر انہیں دونوں طبقوں کا احترام اور تعاون حاصل رہا اور
یہ ہماری جامعہ نے ایک اچھی روایت قائم کی ہے - میں اس کا کریڈٹ
انہیں بھی دوں گا -

چار جامعات:

ایک ''جملہ معترضہ'' آگیا تو ایک اور سہی ..... روایات
شروع ہوں تبھی تو بنتی اور جمع ہو کر نشانات عظمت میں تبدیل ہوتی
ہیں - جنگ عظیم دوم کی سفاکیاں اور نقصانات یاد کیجئے - ابتدائی برسوں
تک میں برطانیہ اور جرمنی کے لڑاکا ہوائی جہاز دوسرے ملک کے شہروں
اور اہم مقامات پر کس بے دردی سے بمباری کرتے تھے مگر .....

مگر برطانیہ اور جرمنی جیسے بدترین باہمی دشمنوں میں ایک بن
لکھا سمجھوتہ ہوا (جو آخر تک قائم رہا) کیا؟ یہ کہ برطانوی فضائیہ ہائیڈل
برگ اور گوٹن گن Gottingen اور جرمن فضائیہ آکسفورڈ اور کیمبرج پر
بمباری نہیں کریں گے، یہ چاروں ان قدیم اداروں کے شہر تھے جو ۱۹۳۹ء
تک عظیم ہو چکے تھے ..... لیکن وہاں بھی روایات کبھی شروع تو ہوئی ہوں
گی .....

اب دم تحریر پروفیسر ظفر زیدی مرحوم کے چند اور قابل ذکر
واقعات یاد آنے لگے مگر انشاء اللہ وہ کسی اگلی نشست میں اللہ تعالیٰ ان کی
مغفرت فرمائے اور ان کے خانوادئے کو صبر عطا کرے مجھے ڈاکٹر سلیم
الزماں صدیقی مرحوم یاد آتے ہیں - ایک مرتبہ میں نے پوچھا سر آپ
ماشاء اللہ سو برس سے بھی اوپر جائیں گے (وہ نوے سے اوپر ہو گئے تھے)
لیکن آپ کے بعد کون سے دو تین آدمی ہیں جو یہ ادارہ (ایچ ای جے)
سنبھالیں - فوراً فرمایا دونوں میرے ہی شاگرد ہیں (ڈاکٹر) عطاء الرحمٰن
اور (ڈاکٹر) ظفر حسنین زیدی شکر ہے ڈاکٹر عطاء الرحمٰن وزیر ہونے کے
بعد بھی اس منصب کے ساتھ ساتھ یہ ادارہ بھی سنبھالے ہوئے ہیں ظفر
زیدی بھی باقاعدہ وہاں جاتے تھے (ادارے سے ان کا تعلق ختم نہیں ہوا
تھا) لیکن اس میں شک نہیں کہ جامعہ کے علاوہ ایچ ای جے ان کی کمی بری
طرح اور مدتوں محسوس کرے گا - ہائے ہائے برادم ظفر زیدی -

تم کون سے ایسے تھے کھرے داد وستد کے
کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور

(شکریہ جنگ کراچی)

ذکر ایک دوست کا

تشمیم رزاقی

زیدی صاحب سے ہماری پہلی ملاقات ۱۹۷۱ء میں ہوئی اس سال شعبہ مائیکرو بیالوجی میں ایک سیمینار کا اہتمام کیا گیا تھا ہمارے ایک رفیق کار ڈاکٹر رفیق شیخ کو ایک تجربہ کے لئے ایک خامرے (Lysozyme) کی فوری ضرورت تھی اس زمانے میں پاکستان کسی معروف امریکن یا جرمن کمپنی سے کسی چیز کو فوری درآمد کرنا جوئے شیر لانے سے بھی بڑھ کر تھا - اس زمانے میں ہم ڈاکٹر بینا صدیقی کے ساتھ گرئیو انسٹی ٹیوٹ میں شام کو جرمن پڑھا کرتے تھے اور کلاس کے بعد اکثر چائے اور سموسوں کے ساتھ حالات حاضرہ پر گفتگو کرتے تھے (بینا صدیقی جو اس وقت H.E.J ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف کیمسٹری کی کوڈائریکٹر ہیں) ایک شام ہم نے بینا صدیقی کو اپنا مسئلہ بتایا تو وہ کہنے لگیں کہ ہمارے ایک سر (Sir) جن کا نام ڈاکٹر ظفر زیدی ہے ابھی ابھی Leeds یونیورسٹی سے پروٹین کیمسٹری میں پی ایچ ڈی کر کے آئے ہیں - وہ شاید آپ کی کچھ مدد کر سکیں Lyesozyme خامرے آنسوؤں اور انڈے کی سفیدی میں موجود ہوتا ہے - آنسوؤں کو تو جمع کرنا مشکل تھا ہم نے یہ سوچا کہ انڈے کی سفیدی سے خامرے نکلوالیں گے - اس زمانے میں ہمارے ذہن میں صرف امریکن ڈگریوں کی وقعت تھی لیکن کراچی یونیورسٹی میں کسی امریکن پروٹین سائنسداں کا ملنا تو ممکن ہی نہ تھا - لہذا ہم نے سوچا کہ اب زیدی صاحب ہی سے مدد مانگی جائے -

ہماری ایک رفیق کار ممتاز جہاں جو سیمینار کی آرگنائزیشن میں ہماری مدد کر رہی تھیں - ہم دونوں ڈاکٹر زیدی کی لیب میں پہنچے - ڈاکٹر زیدی صاحب وہاں موجود نہ تھے البتہ ان کی میز پر Nobel Laureates کے بارے میں ایک کتاب رکھی ہوئی جس پر ہماری نظر پڑی اس سے دل کو کچھ اطمینان ہوا کہ جو بھی صاحب ہیں کافی پڑھے لکھے ہوں گے -

وقت بہت کم تھا اس لئے ہم اسی دن دوبارہ زیدی صاحب سے ملنے کے لئے ان کے ادارے پہنچے - اس دفعہ وہ مل گئے - دبلے پتلے، قد بھی کچھ خاص لمبا نہیں لیکن بہت پھرتیلے، ہم نے اپنا مدعا بیان کیا تو انہوں نے کہا "جی ہو جائے گا" - انڈے کی سفیدی Watch گلاس میں رکھ کر دے جائیں Rotary Evaporator سے Concentrate کردیں گے - pure lysozyme تو نہیں ہوگا لیکن آپ کے کام کے لئے کافی ہوگا -"

مجھے بڑا غصہ آیا کہ یہ ہم سے کیا کہہ رہے ہیں کہ انڈے کی سفیدی لے آئیں - خود کسی چپراسی کو بھیج کر انڈا کیوں نہیں منگوا لیتے اور جو اس کی قیمت ہے وہ چار آنے ہم سے لے لیں - یہ کیا کہ ہم واپس اپنے شعبہ جائیں وہاں سے انڈے کی سفیدی نکالیں اور پھر واپس آئیں - اس زمانے میں ہمارے پاس گاڑیاں تو ہوتی نہیں تھیں کیمپس کی تمام سڑکیں اور راستے پیدل طے کیئے جاتے تھے -

خیر بہر حال غرض تو ہماری ہی تھی لہذا آخر کار ہم واپس اپنے شعبے گئے - انڈے کو توڑ کر ایک بیکر میں سفیدی لے کر زیدی صاحب کو دے آئے - انہوں نے کہا ۲۴ گھنٹے بعد آ کر Concentrate لے جائیں - ہم اگلے دن لینے گئے تو پتہ چلا کام ابھی تک نہیں ہوا ہے - مزید ایک دن تک انتظار کرنا پڑے گا - پھر اگلے دن گئے تو پتہ چلا کہ ایک دن اور لگے گا - ۴۸ گھنٹے گزر چکے تھے اور انڈے کی سفیدی اب تک Concentrate نہیں ہوئی تھی - اس سے اگلے دن جب ممتاز اور میں شعبہ سے نکلنے لگے تو ہمارے ایک ساتھی ڈاکٹر چشتی ناراض ہونے لگے کہ ہم لوگ آخر روز روز .H.E.J کیوں جاتے ہیں؟ بہر حال ہم وہاں پہنچے بڑی امیدوں کے ساتھ کہ اب تو کام ہو ہی گیا ہوگا تو زیدی صاحب نے روح فرساں خبر سنائی کہ کسی نے واچ گلاس میں جو کچھ بھی تھا اس کو بے کار سمجھتے ہوئے پھینک دیا ہے -

ہم حال سے بے حال واپس اپنے شعبہ آئے تو دیکھا کہ اس

Beaker میں جس میں انڈے کی سفیدی H.E.J گئی تھی اس کے Crystals چمک رہے ہیں - ہم نے تھوڑی بہت پروٹین کیمسٹری خود بھی پڑھ رکھی تھی - لہٰذا فوراً خیال گزرا کہ شاید سفیدی کی تہہ خشک ہو کر crystallize ہوگئی ہے اور یہ Crystal غالباً lysozyme کے ہیں - فوراً جانچ کی تو خیال درست ثابت ہوا - یہ صرف خوش قسمتی تھی کہ Beaker فوراً دھلا نہیں تھا بلکہ میز پر پڑا رہ گیا تھا اور اس طرح سے ہمیں Lysozyme مل گیا -

زیدی صاحب نے ہمیں lysozefme تو Concentrate کر کے نہیں دیا - لیکن وہ ہمارے دوست بن گئے اور دوست بھی ایسے کہ بقول ہماری خالہ کے ''جس دن سے اس گھر میں آئے تمہارے ہر کام کو اپنی ذمہ داری سمجھتے رہے'' - زیدی صاحب ہمارے گھر اس طرح آنے جانے لگے کہ وہ گھر کا ایک فرد بن گئے - ان کی ان ہی دنوں منگنی ہوئی تھی ہمیں شاہدہ سے ملانے لے گئے شادی کا وقت قریب آیا تو موجودہ وزیر تعلیم ڈاکٹر عطاالرحمٰن اور میں شاہدہ کے لئے بنارسی ساڑھیاں خریدنے گئے بری کا زیور بھی ہماری امی ہی نے ہمارے خاندانی حیدرآبادی جوہری مشتاق صاحب سے بنوایا -

زیدی صاحب کا دل، دماغ اور ہاتھ کھلے ہوئے تھے وہ ہر وقت لوگوں کے کام آتے رہتے تھے - بہت سے لوگوں کے لئے جو کچھ کر سکتے تھے کرتے رہتے تھے - خوشی میں شامل بھی ہوتے تھے اور غم میں شریک بھی - مالی امداد بھی کرتے تھے اور اگر گھٹنوں پانی میں ڈوبی ہوئی سڑک پر کھڑے ہو کر گاڑی ٹھیک کرنا پڑے تو وہ بھی کرتے تھے - رات بھر اگر کسی دوست کے بچے کے لئے انجکشن ڈھونڈنا پڑے تو وہ بھی بغیر احسان جتائے کرتے تھے - اپنے لئے مجھے یقین تھا کہ اگر رات کے تین بجے سوتے سے فون کر کے انہیں اٹھاؤں اور کہوں زیدی صاحب مجھے اسی وقت دس لاکھ روپے دیں جائیں تو وہ بغیر کسی جھنجھلاہٹ یا ناگواری کے اور کوئی سوال کئے بنا دے جائیں گے -

زیدی صاحب بڑے ذہین اور جدت پسند تھے - ان میں بلا کی خوداعتمادی اور ارادے کی مضبوطی تھی -- جن مشینوں کا اسکرو چھونے سے بھی مجھے ڈر لگتا تھا وہ ان کو کھول کر خرابی چیک کر لیتے تھے - اور کہتے تھے ''مجھے انجینئر ہونا چاہئے تھا'' ویسے اکثر یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اگر ان کو فکر معاش نہ ہوتی تو وہ اردو ادب پڑھتے اور شاعری کرتے - انہوں نے ایک دفعہ ایک تلسیس بھی سنائی جو مجھے اس وقت یاد نہیں لیکن جس کا لب لباب یہ تھا کہ جب کبھی محبوب کے کوچے سے گزر ہوتا ہے تو بام و در راستہ روک لیتے ہیں اور حساب پوچھتے ہیں میں نے اس پر کہا کہ ''زیدی صاحب آپ نے تو کبھی عشق کیا ہی نہیں - محبوب کی گلی اور اس کے بام و در کے بارے میں کیا معلوم تو بہت ہنسے اور کہنے لگے کہ شعر موضوع کرنے کے لئے ذاتی تجربہ ضروری نہیں'' -

زیدی صاحب کا ذوق نہ صرف شاعری اور ادب کے بارے میں نفیس تھا بلکہ فنون لطیفہ کی دوسری صنفوں میں بھی اتنی دلچسپی تھی کہ شیخ الجامعہ بننے کے تھوڑے دنوں کے بعد ہی یونیورسٹی میں ویژول اسٹیڈیز کا شعبہ کھولا کاروباری ذہن بھی بہت تھا اسی لئے I.B.A کے معاملات میں بڑی دلچسپی تھی -

زیدی صاحب کے خیالات بہت اچھے ہوتے تھے - ان کو تعلقات عامہ پر بھی عبور تھا - بہت تیز چلتے تھے - ان کے ساتھ چلنے میں دوڑنا پڑتا تھا - کھانا مختصر کھاتے تھے - ہر قسم کا کام کا بہت کرتے تھے - ان کی پروٹین کیمسٹری کی تو بہت اچھی تھی شیخ الجامعہ بننے کے بعد جامعہ کراچی میں اتنی تیزی سے ترقیاتی کام کروائے کہ لوگ برسوں یاد رکھیں گے - تعزیاتی جلسہ میں کئی لوگوں نے یہ بات کہی کہ پروفیسر اے - بی - اے حلیم کے بعد سب سے زیادہ ترقیاتی کام زیدی صاحب ہی نے کروائے - زیدی صاحب کے دل میں ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی کی بڑی قدر و منزلت تھی - وہ ان کا بڑا خیال کرتے تھے -

ہم برسوں سے ان کی سالگرہ منایا کرتے تھے اور فکر مند رہتے تھے کہ کہیں یہ آخری سالگرہ نہ ہو - پھر زیدی صاحب جذباتیت کا شاذ و نادر ہی اظہار کرتے تھے لیکن ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی صاحب کے بارے میں جذباتی بھی ہو جاتے تھے اپنی بیگم شاہدہ اور بچیوں صائمہ، سعدیہ اور سمعیہ کو نہ صرف بہت چاہتے تھے بلکہ بہت سراہتے بھی تھے اور ان کی کامیابیوں پر فخر بھی کرتے تھے -

بعض دفعہ ضروری ضروری باتیں بھی بھول جایا کرتے تھے -

باقی صفحہ نمبر۱۲

بہن کے قلم سے

ڈاکٹر مہ جبیں زیدی

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو نام و نمود کے لئے سرگرداں رہتے ہیں لیکن یہ ان سے گریزاں رہتی ہے- کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس کے خواہاں تو نہیں ہوتے لیکن یہ ان کے پیچھے لگی رہتی ہے اور وہ نہ صرف اپنے معاصروں اور ہم چشموں میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں بلکہ اپنی وفات کے بعد بھی محبت سے یاد کیے جاتے ہیں بھائی صاحب (جن کو مرحوم لکھتے وقت دلی رنج ہوتا ہے) ایسے ہی لوگوں میں تھے-

یونیورسٹی کے نظم و نسق میں وہ فولاد کی طرح سخت رہے- اس کی خاطر ان کی زبان بھی فولاد بن جاتی مگر ان کا دل حریر و دیبر نہاں کی طرح نرم رہا ان کا دل ہیرے کی طرح صاف اور آبدار تھا- یونیورسٹی کے مسائل کو ہر وقت حل کرنے کی کوشش میں سرگرداں رہتے اور ہمہ وقت سوچتے رہتے آخر کار اپنی سمجھ بوجھ اور کوششوں کے نتیجہ میں یونیورسٹی کو بہت مالی فائدہ پہنچایا اور ساتھ ہی ساتھ نئے شعبہ جات بھی کھولنے میں کامیاب ہوئے اسی کے ساتھ ایک لٹریسی پروگرام کا اجرا بھی کیا تاکہ وہ لوگ جو علم سے دور ہیں قریب ہو جائیں-

ان کی گفتگو کبھی کبھی تیز اور لہجہ سخت ہو جاتا تھا- مگر ان کی بڑی خوبی یہ تھی کہ تھوڑی دیر میں یہ محسوس کرادیتے کہ جیسے کوئی گفتگو ہی نہیں ہوئی ہر رشتہ کے ساتھ ان کی نگاہ دلنواز معلوم ہوتی- مشورے دیتے تو ان کا ہر مشورہ کارآفریں- کارکشا اور کارساز ہوتا-

علمی کانفرنس میں شرکت کرتے تو اس کے گل سرسبد بن جاتے- کسی سے ملتے تو گل نیلوفر کی طرح کھلے ہوئے نظر آتے- مجلس میں بیٹھ کر باتیں کرتے تو علم و فضل شعر و ادب کا گلدستہ بنے ہوئے دکھائی دیتے- دنیا کے بکھیڑوں، زندگی کے ہنگاموں اور اپنے علمی جھمیلوں سے آزاد ہو کر اب وہاں ہیں جہاں اکرام الہٰی کی سلسبیل سے کوئی سیراب ہو جائے تو پھر اس کے لئے وہاں مغفرت کے مینا اور رحمت کے ساغر چھلکتے رہتے ہیں- بارگاہ ایزدی میں ان کے اعمال کی کتاب کھولی جائے گی تو یقین کرنے کو جی چاہتا ہے کہ عدل خداوندی کی میزان میں ان کی نیکیوں اور نیکوکاری کا پلڑا بھاری رہے گا اس جہان فانی میں ان کی رحلت پر علم سوگوار ہوا - خدا ان پر اپنی رحمت برسائے (آمین)

بقیہ صفحہ نمبر ۱۱

اور ان کے بارے میں بالکل خالی الذہن ہو جاتے تھے مجھے بہت غصہ آتا تھا اور میں کہتی تھی زیدی صاحب آپ سے اور دیوار سے بات کرنا برابر ہے- اس جملے پر کبھی خفا نہیں ہوتے تھے بعض دفعہ بغیر سوچے سمجھے کوئی ایسی بات کہہ دیتے تھے جو مجھے بہت گراں گزرتی تھی اور لڑائی ہو جاتی تھی جو مہینوں رہتی تھی لیکن وہ خود ہی پہل کر کے دوستی کر لیتے تھے اس دفعہ رمضان میں یونیورسٹی کے ایک شریک کار کے ایک جائز کام کے لئے میں نے کہا کر دیجئے کہنے لگے میں نہیں کروں گا کیوں کہ اگر کسی ایک کے لئے کیا تو پچھلے پچاس سال کے کیس کھل جائیں گے اور یونیورسٹی کے لئے سب کے مطالبات ماننا ناممکن ہوگا مجھے بہت برا لگا - لڑائی ہوگئی بات چیت بند ہوگئی- جن لوگوں کے سامنے یہ بحث ہوئی تھی ان کا خیال تھا کہ مجھے زیدی صاحب سے معافی مانگنا چاہئے میرا معافی مانگنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا پھر چند دنوں بعد یہ خبر ملی کہ ان کو دل کا دورہ پڑا ہے چند دنوں کے بعد میرے دوست کے دل کی دھڑکن بھی بند ہوگئی- اب وہ رہ ہی نہیں گئے کہ آ کر دوستی کر لیں-

یہ کلی بھی اس گلستان خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی

سید منصور عاقل (اسلام آباد)

ظفر زیدی کی یاد میں

وہ ایک شخص جس کی موت ایک عالم کو سوگوار کر گئی واقعی عالم[1] تھا جس کی علمیت و ذہانت اس کی خاکساری میں اس طرح پوشیدہ رہی کہ بہت سوں کو گمان بھی نہ ہوسکا کہ ان کے گرد و پیش میں زندگی گزارنے والا شخص ایک بہت بڑا انسان تھا اس کے اندر شرافت و نجابت اور حلم و تدبر کا ایک ایسا طوفان موجزن تھا جس کا اندازہ ساحل پہ کھڑے لوگوں کو بالکل نہ ہوسکا وہ آیا اور چلا گیا لیکن ہمت و استقامت اور خود آگہی و خود شناسی کی ایسی داستانیں چھوڑ گیا جو اس کے بزرگوں کے سر ہمیشہ فخر سے بلند کرتی رہیں گی ہم عصروں کے لئے قابل رشک ہوں گی اور نئی نسل کے لئے مینارہ نور۔

ظفر زیدی سچ مچ ایک ایسی کلی تھا جو اس گلستان خزاں منظر کی آبرو تھی وہ ابھی پھول بننے کے عمل سے گزر رہی رہا تھا کہ مشیت کے جبر کا شکار ہوگیا لیکن اس کی خوشبو سے یہ ماحول سدا مہکتا رہے گا کہ یہ خوشبو اس کے اخلاص و اخلاق، کردار و عمل اور حکمت و دانش کی وہ روشنی ہے جو اس کے چھوڑے ہوئے علمی ورثے کی لو بن کر ہمیشہ فروزاں رہے گی۔ یہ واقعی ایسی چنگاری تھا جو تہہ در تہہ خاکستر میں ارتعاش پیدا کرتی رہی اور اب یہی چنگاری اس خاکستر کو شعلہ جوالہ بنا ڈالے تو کچھ عجب نہیں کہ علم کی وہ شمعیں جو وہ روشن کر گیا ہے اپنے نور سے مادر گیتی کو منور بناتی رہیں۔

وہ سچ ہے کہ بڑا آدمی تھا اور ثابت کر گیا کہ بڑا آدمی بننے کے لئے منہ میں سونے یا چاندی کا چمچہ لیکر پیدا ہونا ضروری نہیں اس نے تو جب اس دنیا میں آنکھ کھولی تو اس کے لئے ''نوائے سروش''، ''صریر خامہ'' میں ڈھل گئی اور قلم کی اس میراث نے ظفر زیدی کو وطن عزیز کی عظیم ترین دانش گاہ کا صدر نشیں بنا دیا۔ وہ ایک غیور باپ کا بیٹا تھا اور تہور و شجاعت کا پیکر اس نے افلاس و بے وسیلگی کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور اپنے راستے کے پتھروں کو اپنے پائے استقامت سے ریزہ ریزہ کر دیا اس نے اپنی محنت کے پسینے میں ہر مشکل کو غرق کر دیا اور پہاڑ جیسی رکاوٹوں کو شکست فاش دیکر سراپا ظفر بن گیا وطن کے تعلیمی اداروں میں اپنی کامیابیوں کے چراغ روشن کر کے اپنے بعد آنے والوں کے لئے ترقی کی شاہراہوں کو جگمگا گیا ملک سے باہر گیا تو وہاں بھی کامرانیوں کے علم لہرا دیئے لیکن اس نے علم کی پیاس اس کنویں کے پانی سے بجھائی جس کے لئے اس نے خود زمین کا سینہ چیرا اور حصول علم کی شاہراہ پر چلنے کے لئے کسی کی بھی مہیا کی ہوئی بیساکھیوں کو قبول نہ کیا وہ اب ڈاکٹر ظفر زیدی بن چکا تھا اور لیڈز کی عالمی شہرت یافتہ دانش گاہ کی پیشانی پر اس کا نام ثبت ہو چکا تھا۔

ڈاکٹر ظفر زیدی نے حصول علم اور تحصیل منزلت کے لئے جو بھی وقت ملک سے باہر گزارا وہ اس کے دل سے وطن واپسی کی لگن کو نہ مٹا سکا اس لئے کہ اس کا حب وطن انمول اور اپنی مٹی سے کیا ہوا عہد مقدس تھا وہ چاہتا تو بہت سوں کی طرح بین الاقوامی منڈی میں اپنی قیمت لگوا سکتا تھا لیکن وطن کی مٹی کا قرض اس کے ضمیر پر بوجھ تھا چنانچہ وہ واپس لوٹا اور ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی کی ''کیمیا گری'' کو اور بھی چار چاند لگا دیئے اس کے تبحر علمی کا اعتراف غیروں نے بھی کیا اور اپنوں نے بھی اسے غیر ملکی اعزازات بھی ملے اور وطن کے عطا کردہ تمغوں سے بھی اس کا وہ سینہ سجا دیا گیا جس میں ایک نازک اور محبت بھرا دل ہمیشہ دھڑکتا رہا۔

بقیہ صفحہ نمبر ۱۴

۱- موت العالِم موت العالَم

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

احمد ہمدانی

جنگ عظیم دوم کے بعد سے انسانی اقدار کی ٹوٹ پھوٹ اور شخصیت کے بحران نے دنیا کے قریباً تمام ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں لاقانونیت اور تشدد تخریب کاری کے مسلسل واقعات ایک اندوہناک مسئلہ کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ ان حالات میں ڈاکٹر ظفر حسنین زیدی کی ہستی انسانوں اور انسانیت کے حق میں ایک نیک شگون کے مترادف تھی۔ وہ ایک فرد ہی نہیں بلکہ ایک اسلوب حیات کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔ ان کی اعلیٰ علمی لیاقت کو بین الاقوامی سطح پر تسلیم کیا جاتا تھا جبکہ انسانی اقدار پر عمل اور ان اقدار کے فروغ کے لئے ان کی مساعی جمیلہ ان کی شخصیت کی پہچان تھیں۔

ان کی وائس چانسلری کے دوران جب ایک سے سولہ گریڈ تک ملازمین نے شکایت کی کہ دواؤں کی قیمت چھوٹے اور بڑے ملازمین سے یکساں لی جاتی ہے لیکن ان ملازمین کے طبی الاؤنس میں بڑا فرق ہے۔ چھوٹے ملازمین کو کم اور بڑے ملازمین کو طبی الاؤنس کی رقم زیادہ دی جاتی ہے جس کا کوئی جواز نظر نہیں آتا۔ ظفر حسنین زیدی اس استدلال سے مطمئن ہو گئے اور انہوں نے حکومت پاکستان کے اس غیر منطقی ضابطہ کے خلاف کراچی یونیورسٹی میں چھوٹے اور بڑے ملازمین کے طبی الاؤنس کے فرق کو ختم کر کے سب کا الاؤنس برابر طے کرایا جو بلاشبہ نہایت جراتمندانہ اور مبنی برانصاف عمل تھا۔

اس طرح ایک مرتبہ کراچی کے کالجوں کی یونین میں کچھ لوگوں نے شکایت کی کہ یونین کو مالی مشکلات کا سامنا ہے تو ظفر زیدی صاحب نے فوراً اپنی دو ماہ کی تنخواہ کے مساوی رقم کا چیک یونین کو پیش کیا۔

غریب طلباء کی مدد بھی ان کا معمول تھا۔ جب کوئی غریب طالب علم خود مکتفی تعلیمی (Self Finance) اسکیم کے تحت رقم دینے سے قاصر ہوتا تو وہ اس کی داخلہ فیس اپنے پاس سے ادا کر دیتے اور اپنے اس عمل کی تشہیر سے بھی گریز کرتے تھے۔ وہ اپنے غریب اور نادار عزیزوں کے گھر پر برابر جاتے اور نہایت پوشیدہ اور رازدارانہ طور پر ان کی مالی امداد کرتے تھے۔

غرضیکہ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں متقیت اور صحت مند رویہ کے مالک تھے اور نہ صرف متقیت رویہ کے مالک تھے بلکہ ہر لحاظ سے اعلیٰ صلاحیت کا مظاہرہ کرتے تھے۔ انکا دنیا سے اٹھ جانا پوری انسانیت کا ایک ایسا خسارہ ہے جس کی تلافی ممکن نظر نہیں آتی۔ ان کی شخصیت پر میر تقی میر کا یہ شعر پوری طرح صادق آتا ہے۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردہ سے انسان نکلتا ہے

باقی صفحہ نمبر ۱۳

اس کے لئے کہا جا سکتا ہے کہ ''خوش درخشید ولے شعلہ مستعجل بود'' لیکن حکمت خداوندی کا تقاضا یہی تھا کہ اسے افسانہ زندگی کے نقطہ عروج پر پہنچتے ہی اٹھا لیا گیا شاید اس لئے کہ قدرت نے اسے ہر زوال سے ماورا کر دیا تھا اور پسماندگان کے دلوں میں جو صرف اس کے اہل خانہ ہی نہیں بلکہ تمام اہل وطن اور اہل علم و دانش ہیں اس کی لازوال یادوں کی قندیل روشن رہے اس کے لئے وہ آنکھیں اشکبار رہیں جنھوں نے اس کے شائستہ پیکر کی شبیہ کو اپنی نظروں میں سجا لیا ہے اور وہ ہاتھ بھی اس کے لئے بارگاہ ایزدی میں دعا کے لئے بلند رہیں جن کو اس کا لمس نصیب ہوا ہے وہ چلا گیا کہ یادیں اس کا تعاقب کرتی رہیں اور قرطاس زمانہ پر اس کا نقش، نقش دوام بن کر نور کی کرنیں بکھیرتا رہے۔

ابر رحمت دامن از گلزار من بر چید و رفت
اند کے بر غنچہ ہائے آرزو بارید و رفت

ڈاکٹر ظفر زیدی: قابلِ رشک استاد

پروفیسر ڈاکٹر محمود غزنوی

ظفر زیدی علمی اور تحقیقی شعبے ہی میں بڑے نہیں تھے بحیثیت انسان بھی وہ قد آور تھے حلیم الطبع ، ملنسار اور انسان دوست شخصیت کے مالک ظفر زیدی فطری اعتبار سے سائنسدان تھے ایک سائنسدان کی نس نس میں تجسس اور وضع گری شامل ہوتی وہ ان میں بدرجہ اتم موجود تھی سیماب صفت ڈاکٹر زیدی بے پناہ خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے ہمہ وقت مصروف عمل ہر وقت کچھ کر گذرنے کی تگ ودو میں مصروف خدا جانے وہ کیا کچھ کرنا چاہتے تھے جامعہ کے وائس چانسلر بننے کے بعد ان کے طبعی اضطراب میں اضافہ ہوگیا تھا جامعہ کو ایشیاء کی سب سے بڑی جامعہ بنانے کا جنون سوار تھا رات دن کچھ غیر معمولی منصوبہ بندی کرتے تھے کسی منصوبے پر سوچنے میں جو وقت لگتا تھا عمل درآمد کے معاملے میں وہ تاخیر کے قائل نہیں تھے - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بہت جلدی میں ہیں ان کے پاس وقت بہت کم ہے جس میں وہ بہت زیادہ کام کرنا چاہتے ہیں جامعہ کراچی کی پوری تاریخ میں ظفر زیدی مرحوم کا دور ترقیاتی کاموں اور جامعہ کے معیار کے فروغ کے حوالے سے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے -

ظفر زیدی صاحب مرحوم چھوٹے بڑے کے امتیاز کے قائل نہیں تھے وہ صلاحیتوں کی بنیاد پر انسانوں کے قدر دان تھے انہوں نے جامعہ میں اپنی جو ٹیم تشکیل دی تھی اس میں جونیئر سینئر کی کوئی تفریق نہیں تھی ان کی ٹیم میں لیکچرار اور اسسٹنٹ پروفیسر کی بھی اچھی خاصی تعداد تھی اور مرحوم سب کو برابر کی عزت دیتے اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے - میرے مرحوم سے دور طالبعلمی سے ہی بڑے نیاز مندانہ تعلقات تھے پھر وہ وائس چانسلر بنے تو میں نے از خود تعلقات میں احتیاط برتنا شروع کر دی لیکن مرحوم کا بڑا پن یہ تھا کہ انہوں نے کبھی اپنے رویے اور تعلقات میں فرق نہیں آنے دیا حالانکہ ہم عمر اور تجربے کے لحاظ سے ان کے بچوں کیطرح تھے - لیکن وہ غیر معمولی عزت اور برابری کا درجہ دیکر ہم میں بڑا پن پیدا کر دیتے تھے شیخ الجامعہ ہونے کے باوجود انکا رویہ ہم سب کے ساتھ دوستانہ اور بے تکلفانہ تھا ان کی انسانی دوستی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر انہیں ایک چپراسی کے دکھ درد کا بھی علم ہو جائے تو وہ اس کے گھر پہنچ کر اس کا حوصلہ بڑھاتے اور ممکنہ مدد اپنی ذاتی جیب سے کرتے تھے - اکثر مواقع پر انہوں نے مقام و مرتبے کو بالائے طاق رکھ کر مجھے گھر فون کیا اور بہت سے معاملات پر تادیر گفتگو کی میں اکثر یہ سوچتا تھا کہ جب مجھ جیسے ہر اعتبار سے چھوٹے آدمی کے ساتھ ان کا رویہ اس قدر دوستانہ تھا تو دوسرے بڑے لوگوں کے ساتھ ان کا معاملہ کس قدر قابل رشک ہوگا -

ڈاکٹر زیدی مرحوم ایک اچھے سائنسدان ہی نہیں بلکہ اچھے منتظم بھی تھے جامعہ کے معاملات کو انہوں نے جس خوش اسلوبی سے سنبھالا تھا اس پر ان کے اپنے اور مخالف سب ہی معترف تھے جامعہ کو مالی بحران سے نکال کر ترقی کی راہ پر ڈالنے کے لئے انہوں نے رات دن ایک کر دیا تھا ان کے انتقال پر جس طریقے سے ان کا سوگ منایا گیا اور جس طرح ان کے مخالفین نے بھی ان کی شخصیت اور کاموں کی تعریف کی ایسی عزت بہت کم لوگوں کو میسر آتی ہے - ایک موقع پر جب میں الجامعہ کے شمارے کے پروف لیکر دکھانے ان کے دفتر پہنچا تو شمارہ دیکھ کر کہا کہ ''بھئی اس میں ظفر زیدی بہت نمایاں ہیں آپ ذرا اس طرف توجہ دیں کہ کام اجاگر ہوں نام نہیں میں چاہتا ہوں کہ جامعہ میں ہونے والے کاموں کو نمایاں کیا جائے تاکہ دوسروں کو بھی ترغیب و تحریک ملے - آپ یہ واضح کریں کہ کیا کام ہو رہا ہے - یہ نمایاں نہ کریں کہ کون کر رہا ہے - ڈاکٹر زیدی کی موت اس قدر اچانک اور حادثاتی تھی کہ ان کے انتقال کا آج تک کسی کو یقین نہیں آتا - اللہ ان کی مغفرت کرے -

کچھ یادیں - کچھ باتیں

سیدمحبوب حسن واسطی

آہ! آخر ڈاکٹر سید ظفر زیدی بھی اپنے پانچ پیشروؤں علم و دانش کے شہیدوں اور جامعہ کراچی کے سربراہوں - پروفیسر اے بی اے حلیم، پروفیسر بشیر احمد ہاشمی، پروفیسر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، پروفیسر ڈاکٹر محمود حسین اور پروفیسر سلیم الزماں صدیقی سے جا ملے اور وہاں چلے گئے جہاں بالآخر ہم سب کو جانا ہے - انا للّٰہ و انآ الیہ راجعون -

سچ ہے اللہ پاک جسے چاہے عزت دے اور جب تک چاہے اس سے کام لے - پروفیسر سلیم الزماں صدیقی مرحوم کے دو لائق شاگرد - اللہ پاک نے دونوں کو عزت دی - ایک اب بھی بے حد مفید قومی خدمت انجام دے رہے ہیں اور دوسرے دنیا میں خوب نام پا کر اور قوم و ملت کے لئے یادگاری سائنسی خدمات انجام دے کر راہی ملک عدم ہوئے اور لاکھوں کو سوگوار چھوڑ گئے یعنی پروفیسر ڈاکٹر عطاء الرحمٰن جو موجودہ حکومت میں سائنس و ٹیکنالوجی کے وزیر ہیں - پاکستان کی تاریخ کے ایک لائق ترین اور فعال وزیر جو آج کے پاکستان کے لئے بیش بہا قومی خدمات انجام دے رہے ہیں اور دوسرے ہمارے محبوب رہنما اور بھائی تیرھویں رئیس الجامعہ - کراچی ہمارے ادارہ اخوان السادات - گلاؤٹھی کی تعلیمی کمیٹی کے سربراہ ڈاکٹر سید ظفر زیدی جنہیں آج مرحوم لکھتے ہوئے قلم کانپتا ہے اور جو انتہائی خوبصورت یادیں ہمارے دلوں میں چھوڑ گئے ہیں -

ادارہ کے لئے خدمات:

ادارہ کی بہبود اور اس کی ترقی و استحکام کے لئے ڈاکٹر صاحب مرحوم شروع ہی سے سرگرم عمل رہے - گو ادارہ اخوان السادات - گلاؤٹھی ۲ جون ۱۹۶۵ء کے دستور اساسی کے نتیجہ میں وجود میں آ چکا تھا تاہم ۱۹۸۴ء تک ادارہ کچھ خاص فعال نہ رہا گو اس پورے عرصہ میں ادارہ کے مختلف صدور، جناب سید امیر حسن امیر، جناب سید محمد حسن، جناب سید ناصر الدین ایڈوکیٹ، جناب سید محمود حسن اور جناب حافظ سید شفیع الدین (اللہ پاک ان جملہ مرحومین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات سے نوازے) و دیگر عہدیداراں ادارہ پورے خلوص سے ادارہ کی خدمت کرتے رہے - ۱۹۸۴ء کے اواخر میں کچھ بزرگ اور نوجوان ادارہ کی حیات نو اور تنظیم جدید کا عزم لے کر اٹھے - بزرگوں میں جناب سید ظفر الدین احمد ، سید محمد احمد واسطی، جناب عبدالسلام، جناب سید احمد، سید مسعود علی رضوی، مولٰنا سید محمد اصلح الحسینی، جناب سید بدر الحسن واسطی، ڈاکٹر سید سعید اختر زیدی، سید محمد کفیل وغیرہ اور نوجوانوں اور دیگر میں سید راشد علی ، سید محمد احسن واسطی، سید مبشر حسین واسطی، سید صفدر علی، سید مقصود واسطی، سید جمال واسطی، سید عثمان غنی راشد، سید نسیم الدین ہاشمی اور سید طارق محمد علی وغیرہ قابل ذکر ہیں -

اس تنظیم نو کے احساس کے بعد کی ادارہ کی تاریخ کو ہم چھ ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں -

۱ - ایڈہاک کمیٹی یا عبوری انتظامیہ کا ایک سالہ دور (۱۹۸۵ء تا ۱۹۸۶ء)
ممبران ادارہ نے اگست ۱۹۸۵ء میں ایک عبوری کمیٹی تشکیل دی - برادری کے محترم بزرگ جناب سید احمد اس کمیٹی کے معتمد تھے - انہوں نے بعض سرگرم کارکنوں کے ساتھ مل کر متعدد قابل تعریف کام کیئے - ان میں ایک اہم کام یہ بھی تھا کہ انہوں نے جناب سید محمود حسن واسطی (مرحوم) سے الیکشن کمشنر بننے کی درخواست کی اور ان کی نگرانی میں ادارہ کے دستور کے مطابق اگست ۱۹۸۶ء میں تین سال کے لئے ادارہ کے عہدیداران و ممبران کے انتخابات کرادیئے - اس طرح ادارہ کو مختلف جہتوں میں کام کرنے کے لئے ایک مضبوط بنیاد اور ایک مستعد ٹیم مل گئی -

۲ - صدارت جناب سید محمد احمد واسطی (مرحوم) (۱۹۸۶ء تا ۱۹۸۹ء)
اس میں تیرہ ممبران کے علاوہ جناب عبدالسلام اور سید محمد احسن واسطی نائب صدر، سید مبشر حسین واسطی معتمد، جناب سید صفدر علی، سید راشد علی نائب معتمد، سید محمد کفیل خازن اور سید جمال واسطی سیکریٹری نشر و اشاعت تھے -

۳-صدارت جناب سید احمد (۱۹۸۹ء تا ۱۹۹۲ء) اس میں دس ممبران کے علاوہ جناب سید بدر الحسن واسطی (مرحوم) اور سید مبشر حسین واسطی نائب صدر، سید محمد احسن واسطی معتمد، سید صفدر علی و سید وسیم الدین ہاشمی نائب معتمد سید نسیم الدین ہاشمی خازن اور سید سیف الدین سیف پبلسٹی سیکریٹری تھے-

۴-صدارت بار دوم جناب سید محمد احمد واسطی مرحوم (۱۹۹۲ء تا ۱۹۹۵ء) اس میں دس ممبران کے علاوہ جناب عبدالسلام اور سید سیف الدین نائب صدر سید مبشر حسین واسطی معتمد، سید عابد علی عابد، سید صفدر علی شریک معتمد د سید محمد احسن واسطی خازن اور سید راشد علی پبلسٹی سیکریٹری تھے-

۵-صدارت جناب سید عثمان غنی راشد (۱۹۹۵ء تا ۱۹۹۸ء) اس میں ڈاکٹر سید ظفر زیدی وسید مبشر حسین واسطی نائب صدر سید محمد احسن واسطی معتمد، سید عدنان واسطی، سید خرم نظام، نائب معتمد، سید وسیم الدین ہاشمی خازن اور سید صفدر علی پبلسٹی سیکرٹری (علاوہ دیگر دس ممبران)-

٦-صدارت سید محبوب واسطی راقم (۱۹۹۸ء تا ۲۰۰۱ء) اس میں سید اظہار رحمت ومحترمہ ریحانہ سیف نائب صدر، سید صفدر علی معتمد، سید عابد علی عابد، سید ضیاء الدین جامعی نائب معتمد، سید وسیم الدین ہاشمی خازن اور سید خرم نظام پبلسٹی سیکریٹری ہیں (علاوہ دیگر دس ممبرن)-

تنظیم نو کے بعد ادارہ کے جو مندرجہ بالا صدور، عہدیداران منتخب ہوتے رہے ان سب کے ادوار میں ڈاکٹر سید ظفر زیدی مرحوم ادارہ کے لئے اہم خدمات انجام دیتے رہے-

۱-۱۹۸٦ء تا ۱۹۸۹ء کی پہلی منتخب مجلس منتظمہ میں جناب سید ظفر الدین احمد، جناب سید احمد اور جناب سید مسعود علی رضوی کی طرح ڈاکٹر سید ظفر زیدی کو بھی مجلس منتظمہ میں Co-Opt کیا گیا-

۲-اسی منتظمہ نے ڈاکٹر سید ظفر زیدی مرحوم کو ادارہ کی ایجوکیشن کمیٹی کا Convener مقرر کیا-

۳-اسی مجلس منتظمہ نے ایک نئی Service Aid Committee تشکیل دی جسکا مقصد اراکین ادارہ کے بچوں کے لئے حصول روزگار کی جدوجہد کرنا تھا- دیگر ارکان کے ساتھ ڈاکٹر سید ظفر زیدی مرحوم کو بھی اس کمیٹی میں شامل کیا گیا اور ان کی مساعی سے برادری کے بچوں کو بہت فائدہ پہنچا-

۴-۱۹۸۹ء تا ۱۹۹۲ء کی دوسری منتخب مجلس منتظمہ جس کے انتخاب کے لئے محترم جناب ڈاکٹر سید سعید اختر زیدی الیکشن کمشنر تھے ان کے زیر انتظام انتخاب میں ڈاکٹر سید ظفر زیدی مرحوم رکن عاملہ منتخب ہوئے- راقم بھی بطور رکن عاملہ اس میں منتخب ہوا-

۵-ڈاکٹر سید ظفر زیدی مرحوم کی مساعی سے اس دور میں ایجوکیشن فنڈ میں کافی رقوم جمع ہوئیں اور تعلیمی وظائف کا تفصیلی پروگرام ترتیب دیا گیا- ساتھ ہی برادری کے ہونہار طلباء وطالبات کی حوصلہ افزائی کے لئے میڈل وغیرہ کی شکل میں انعامات رکھے گئے-

اسی دور میں راقم سید محبوب حسن واسطی نے ازخود پیشکش کی کہ وہ ادارہ کے توسط سے برادری کے ہر اس بچے / بچی کو جو حفظ قران کریم مکمل کرے اپنی طرف سے ایک ہزار روپیہ کا خصوصی انعام دیں گے اور الحمد للہ گذشتہ گیارہ سال سے حفظ قران کریم پر یہ انعامات دیئے جارہے ہیں-

٦- ۱۹۹۲ء تا ۱۹۹۵ء کی تیسری منتخب مجلس منتظمہ کے دور میں افراد خاندان سے براہ راست رابطہ کے لئے علاقائی کمیٹیاں بنیں- اس سلسلے میں ڈاکٹر سید ظفر زیدی مرحوم کو صدر- کلفٹن PECHS اور ڈیفنس سوسائٹی کے لئے دیگر دو افراد کے ہمراہ ایک علاقائی کمیٹی میں رکھا گیا- راقم الحروف کو اس سلسلے میں کورنگی، لانڈھی علاقائی کمیٹی کی ذمہ داری سونپی گئی- نیز جناب سید وسیم الدین ہاشمی اور راقم کو اس مجلس منتظمہ میں Co-opt کیا گیا- ڈاکٹر سید ظفر زیدی مرحوم کو وزارت تعلیم، حکومت پاکستان کی جانب سے ان کے سائنسی تحقیقی مقالوں پر جو پہلا انعام ملا اس مجلس منتظمہ نے ڈاکٹر صاحب مرحوم کو اس سلسلے میں بھرپور مبارکباد پیش کی-

۷-۲٦ مارچ ۱۹۹۳ء کی تقریب عیدملین میں ڈاکٹر سید ظفر زیدی مرحوم نے ایجوکیشن فنڈ میں مبلغ -/50,000 روپے کے عطیہ کا اعلان کیا-

۸-۱۹۹۵ء تا ۱۹۹۸ء کی چوتھی منتخب مجلس منتظمہ میں جبکہ ڈاکٹر سید ظفر زیدی مرحوم سید مبشر حسین واسطی کے ساتھ دوسرے نائب صدر تھے ادارہ کے استحکام اور برادری کی فلاح و بہبود کے لئے ان کی مساعی زیادہ نمایاں

رہیں-۱۶ اپریل ۱۹۹۶ء کی تقریب عیدملن میں ایجوکیشن فنڈ بڑھانے کے سلسلے میں انہوں نے خصوصی کوششیں کیں-

۹-۱۲ستمبر ۱۹۹۶ء ڈاکٹر سیدظفر زیدی مرحوم کے گھر واقع PECHS کراچی میں ادارہ کی تاریخ کی ایک منفرد تقریب منعقد ہوئی جس میں علم و فن کے مختلف شعبوں میں نمایاں کارکردگی کے اعتراف کے طور پر برادری کے بارہ خواتین وحضرات کو سند اعتراف وشیلڈز اور ممبران ادارہ کے ۲۳ بچوں ہونہار طلباء و طالبات کو انعامی شیلڈز دی گئیں-اس سلسلے میں تین شعبے خصوصی طور پر پیش نظر رکھے گئے:

(۱) دین و مذہب: اس شعبہ میں مولانا سید اصلح الحسینی و راقم سید محبوب حسن واسطی کو سند اعتراف وشیلڈ زملیں-

(۲) شعرو فن: اس شعبہ میں سید احمد ہمدانی، سید منصور عاقل، سید مظفر احمد ضیاء، سید محبوب علی زیدی اور محترمہ اختر بیگانہ کو سند اعتراف وشیلڈز ملیں-

(۳) سائنس وٹکنالوجی: اس شعبہ میں ڈاکٹر سید ظفر زیدی، ڈاکٹر سید امجد علی جعفری، سید نور احمد، ڈاکٹر شاہدہ زیدی اور سید اختر علی کو سند اعتراف و شیلڈ زملیں یہ سند اعتراف وشیلڈز سید تنظیم واسطی اور محترمہ نفیس مظفر کو بھی ملنی تھیں مگر ان دونوں کے بیرون ملک ہونے کی وجہ سے یہ سند اعتراف د شیلڈز انہیں ۱۲ فروری ۱۹۹۷ء کی تقریب عیدملن کے موقعہ پر ملیں (اس طرح ان شیلڈز کو پانے والوں کی تعداد ۱۴ ہوگئی)-

ممبران ادارہ کے جن ۲۳ ہونہار بچوں / بچیوں (طلباء و طالبات) کو اس تقریب میں انعامی شیلڈز دی گئیں ان میں صورت حال اس طرح تھی: حفظ قرآن پاک ۲، ڈپلومہ ۲، میٹرک ۶، انٹر ۲، B.A/NCA ایک، B.Ds ایک ، B.Sc دو، MA/M.Sc تین اور مختلف چار (ان کی تعداد ۲۳ تھی)-اس منفرد تقریب کے کامیاب انعقاد میں ڈاکٹر سید ظفر زیدی مرحوم اور ان کی اہلیہ محترمہ کا نمایاں حصہ رہا-

۱۰- نومبر ۱۹۹۶ء کے مجلس منتظمہ کے ایک فیصلہ کے مطابق ادارہ کی ایجوکیشن کمیٹی کی سربراہی اب محترم بزرگ جناب سید احمد کے سپرد کردی گئی گو ڈاکٹر سید ظفر زیدی مرحوم بھی اس سہ رکنی کمیٹی میں شامل رہے-اسی طرح اب ''رابطہ'' کمیٹی کی سربراہی راقم سید محبوب حسن واسطی کو مل گئی اگرچہ ڈاکٹر سید ظفر زیدی مرحوم، سید مبشر حسین واسطی و سید صفدر علی اس کام میں معاون رہے-

۱۱- ۲۵ جولائی ۱۹۹۷ء جمعہ کا مبارک دن ڈاکٹر سید ظفر زیدی مرحوم کی زندگی کا ایک اہم دن ثابت ہوا جب انہیں شیخ الجامعہ کراچی کے اہم عہدہ پر فائز کیا گیا سادات برادری اور ادارہ اخوان السادات ، گلاؤٹھی کے لئے بھی یہ تقرر باعث فخر تھا اور برادری اور ادارہ نے انہیں خوب خوب مبارک باددی-

۱۲- ۱۹ستمبر ۱۹۹۷ء بروز جمعہ المبارک ادارہ نے Marriott ہوٹل-کراچی میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کے شیخ الجامعہ بننے کی خوشی میں ان کے اعزاز میں ایک عشائیہ کا اہتمام کیا اور صدر ادارہ سید عثمان غنی راشد نے انہیں ایک خوبصورت اعزازی شیلڈ پیش کی انہیں خوبصورت پھولوں کا ہار پہنایا گیا - ان کی اہلیہ محترمہ ڈاکٹر شاہدہ زیدی کو ایک گلدستہ (Bouquet) پیش کیا گیا-ان کی صاحبزادیوں کو بھی گلدستے پیش کئے گئے-

۱۳- ۱۹۹۸ء تا ۲۰۰۱ء کی پانچویں مجلس منتظمہ کے انتخابات کے لئے مولانا سید محمد اصلح الحسینی الیکشن کمشنر تھے-ان کے فیصلہ کے مطابق راقم سید محبوب حسن واسطی کا بحیثیت صدر ادارہ انتخاب ہوا اور ۶ ستمبر ۱۹۹۸ء EMBASSY ہوٹل کراچی کی ایک تقریب میں سابق صدر سید عثمان غنی راشد نے موجودہ صدر کو چارج دیا - اس نئے سیٹ اپ میں ڈاکٹر سید ظفر زیدی مرحوم نے اپنی نئی انتہائی مصروفیات کے باوجود ممبر مجلس عاملہ کی حیثیت سے ادارہ کے بہبود عامہ کا کام جاری رکھا - ادھر ۲۳ مارچ ۱۹۹۹ء یوم پاکستان کی تقریبات کے دوران انہیں ستارہ امتیاز کے اعزاز سے نوازا گیا-اس اعزاز کا اعلان صدر مملکت نے ۱۴ اگست ۱۹۹۸ء کی یوم آزادی کی تقریبات کے سلسلہ میں کیا تھا-

۱۴) ۱۱/ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو ڈاکٹر سید ظفر زیدی مرحوم کو پھر ایجوکیشن کمیٹی کا سربراہ بنایا گیا اور ان کی معاونت کے لئے برادری کے بزرگ دانشور جناب سید ظفر الدین احمد کی لائق صاحبزادی اور کالج لیکچرار سیدہ صبیحہ انجم اور برادری کے ماہر تعلیم سید عرفان رحمت سے درخوست کی گئی اور ان

دونوں کو بھی اس کمیٹی میں شامل کیا گیا اس نئی تشکیل شدہ کمیٹی نے طلباء و طالبات کے تعلیمی وظائف کے تفصیلی پروگرام کے سلسلے میں قیمتی کام کیا اور ان وظائف کو Merit Scholarships (استحقاقی وظائف) اور Need Scholarships (احتیاجی وظائف) میں تقسیم کیا اور گرمیوں کی تعطیلات کے دوران برادری کے میٹرک کے طلباء و طالبات کیلئے تاریخی ودیگر اہم مقامات کے ایجوکیشنل Trips کا پروگرام بنایا-

۱۵- ۴ جولائی ۱۹۹۹ء سروسز کلب آف پاکستان کی تقریب پذیرائی میں راقم سید محبوب حسن واسطی نے ڈاکٹر سید ظفر زیدی مرحوم کو ان کی ادارہ اور قوم کی عظیم خدمات کے اعتراف کے طور پر اعزازی شیلڈ پیش کی اور کہا کہ وہ بلاشبہ ہماری برادری اور قوم کا قیمتی سرمایہ ہیں-

۱۶- اکتوبر ۱۹۹۹ء میں ادارہ اخوان السادات، گلاؤٹھی کے ترجمان سہ ماہی ''رابطہ'' نے ڈاکٹر سید ظفر زیدی مرحوم کے علمی وسائنسی کارناموں کو اجاگر کرنے اور نئی نسل کو ان سے آگاہ کرنے کے سلسلہ میں ان سے متعلق ایک خصوصی ملاقات پر مشتمل شمارہ شائع کیا-

۱۷- گذشتہ دنوں ڈاکٹر سید ظفر زیدی مرحوم نے ماہرین قانون کے مشورہ سے '' سادات گلاؤٹھی ایجوکیشن ٹرسٹ'' کے نام سے سات صفحات پر مشتمل ایک قانونی دستاویز تیار کرائی - اس Education Trust کا مقصد برادری کے طلباء و طالبات کو بغیر کسی تفریق اندرون و بیرون ملک تعلیمی سہولتیں فراہم کرنا اور اس سلسلے میں ان کی مدد کرنا تھا - اس کے Deed of Declaration میں ٹرسٹ کے انتظام کے لئے گیارہ ٹرسٹی (Trustees) تجویز کیئے گیئے : نو ٹرسٹی وہ ممبران ادارہ جنہوں نے ادارہ کے تعلیمی فنڈ میں -/50,000 روپے یا اس سے زیادہ رقم بطور عطیہ دی ہے اور دو ٹرسٹی صدر و معتمد ادارہ بسبب عہدہ - یہ ٹرسٹ اگر ان کی زندگی میں باقاعدہ تشکیل پا جاتا تو یہ ان کا بڑا کارنامہ ہوتا لیکن افسوس ان کی عمر نے وفا نہ کی اور اب وہ یہ کام اپنے بعد والوں کے لئے چھوڑ گئے ہیں-

۱۸- اپنے انتقال سے صرف ۸ روز پہلے وہ ۳۰ ستمبر ۲۰۰۰ء کی ادارہ کی تقریب عید ملن میں مع اپنی اہلیہ محترمہ ڈاکٹر شاہدہ زیدی تشریف لائے تھے اور اپنے ہاتھوں سے برادری کے بعض بچوں / بچیوں کو انعامات بھی دیئے تھے-تقریب کے اختتام پر وہ جب واپس جانے لگے تو راقم سید محبوب حسن واسطی نے ان دونوں میاں بیوی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان سے کہا ادارہ اور پوری برادری کو آپ پر فخر ہے تو انہوں نے ازراہ انکسار ڈاکٹر شاہدہ زیدی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا آپ یہ بات ڈاکٹر شاہدہ کے متعلق بجا طور پر کہہ سکتے ہیں- اس پر عاجز نے کہا ہم آپ دونوں ہی پر فخر کرتے ہیں- آہ! اس وقت ایک لمحہ کے لئے بھی ہم نہ سوچ سکے کہ ہماری ان کی یہ آخری ملاقات ہے اور اب وہ آئندہ کبھی برادری کی ان محفلوں میں شرکت نہ کر سکیں گے-

بلند علمی مقام:

وہ بڑے بلند علمی مقام پر فائز تھے اور قومی و بین الاقوامی علمی اداروں میں انہیں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا - ان کی سائنسی تحقیقی موضوعات پر نو کتابیں شائع ہو چکی ہیں - بین الاقوامی شہرت کی سائنسی کتب میں ان کے جو آٹھ ابواب شامل ہیں اور مختلف زبانوں میں جو ۱۰۸ تحقیقی مقالے شائع ہوئے ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں-

انگلینڈ کی LEEDS یونیورسٹی سے Ph.D اور D.Sc کرنے کے بعد وہ متعدد قومی و بین الاقوامی سائنسی اداروں سے وابستہ رہے اور بڑے بڑے اعزازات حاصل کیئے - لیما (پیرو - جنوبی امریکہ) کی سین مارکوس یونیورسٹی، جرمنی کی توبنگن یونیورسٹی، ایران کی، تہران یونیورسٹی - اٹلی کی تھرڈ ورڈ اکیڈمی آف سائنسز، انگلینڈ کی بایوکیمیکل سوسائٹی امریکہ کی پروٹین سوسائٹی اور فرانس کے Co-Data Task Group سے ان کا خصوصی تعلق رہا - جبکہ پاکستان کی بلوچستان یونیورسٹی (کوئٹہ) سندھ یونیورسٹی (حیدرآباد) اور کراچی یونیورسٹی کے لئے انہوں نے بڑے قیمتی کام کیئے جنہیں ہمیشہ یاد رکھا جائیگا-

اپنی انہی علمی و معاشرتی خدمات کے باعث پاکستان کیمیکل سوسائٹی نے انہیں ۱۹۹۵ء تا ۱۹۹۹ء اپنا صدر منتخب کیا جبکہ ۱۹۹۷ء تا ۱۹۹۸ء وہ صدر روٹری کلب آف کراچی کوسمو پولی ٹن بھی رہے- ان کی علمی خدمات کے پیش نظر حکومت پاکستان نے انہیں ۱۹۸۹ء میں تمغہ امتیاز اور ۱۹۹۸ء میں ستارہ امتیاز دیا اور ۱۹۸۸ء، ۱۹۹۴ء میں وزارت تعلیم ،

حکومت پاکستان نے انہیں سائنسی کتب کے مصنفین کا پہلا انعام دیا۔

جامعہ کراچی کے لئے خدمات:

۲۵ جولائی ۱۹۹۷ء بحیثیت شیخ الجامعہ کراچی ان کا تقرر ہوا اور تقریباً ساڑھے تین سال کے بعد ۷ جنوری ۲۰۰۱ء وہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گئے۔ ۴ جنوری ۲۰۰۱ء کی صبح جب کچھ دیر بعد انہیں دفتر جانا تھا اچانک دل کی تکلیف شروع ہوئی اور بجائے دفتر انہیں امراض قلب کے قومی ادارہ لیجایا گیا جہاں چوتھے دن وہ اللہ کو پیارے ہو گئے (اناللہ) ڈاکٹر محمود حسین کے بعد دوسرے شیخ الجامعہ جن کا ڈیوٹی کے دوران انتقال ہوا اور ڈاکٹر جمیل جالبی کے بعد پانچویں رئیس جامعہ کراچی جو اپنا دور مکمل نہ کر سکے۔

۱- انگلینڈ کی Leeds یونیورسٹی سے ۱۹۶۸ء میں Ph.D کرنے کے بعد ڈاکٹر سید ظفر زیدی طویل عرصہ تک PCSIR میں بحیثیت سینئر ریسرچ آفیسر تحقیقی کام کرتے رہے اور آپ کی خدمات جامعہ کراچی کے حوالہ رہیں۔ اس دوران آپ نے جامعہ کراچی میں کیمیاوی تجربات کے لئے تجربہ گاہیں (Laboratories) قائم کیں۔

۲- ۱۹۷۸ء میں آپ کو جامعہ کراچی میں Associate پروفیسر بنادیا گیا بعدازاں ترقی پاکر آپ ۱۹۸۲ء میں پروفیسر بنے۔

۳- H.E.J ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف کیمسٹری میں آپ طلباء و طالبات کے تحقیقاتی کاموں کی نگرانی کرتے رہے۔ ساتھ ہی آپ قومی و بین الاقوامی تحقیقاتی اداروں کے فنڈز سے چلنے والے متعدد تحقیقاتی منصوبوں کے Principal Investigator بھی رہے۔

۴- ۲۵ جولائی ۱۹۹۷ء شیخ الجامعہ - کراچی بننے کے بعد آپ کے کاندھوں پر ملک کے سب سے بڑے تعلیمی ادارہ کے انتظامی امور کی بھاری ذمہ داری آپڑی یہ کتنی بھاری ذمہ داری ہے اس کا اندازہ آپ کو اس تفصیل سے ہوگا کہ اس وقت جامعہ کراچی میں ۵۱ شعبہ جات ۷ تحقیقی ادارے اور نصف درجن کے قریب مطالعاتی مراکز ہیں۔ اس میں چودہ ہزار کے قریب طلباء و طالبات زیر تعلیم ہیں جن میں کثیر تعداد غیر ملکی طلباء کی بھی ہے۔ اساتذہ تقریباً ساڑھے پانچ سو ہیں۔ کراچی کے ۹۰ کالجوں کا جامعہ سے الحاق ہے جن کے ڈیڑھ لاکھ طلباء و طالبات کے سالانہ امتحانات لینے ان کے نتائج کے اعلان اور انہیں سندیں جاری کرنے کا کام بھی جامعہ کی ذمہ داری ہے۔ آپ نے اسے چیلنج سمجھ کر قبول کیا اور طلباء و طالبات کے لئے بہتر تعلیمی ماحول اور زیادہ بہتر ریسرچ کی سہولتیں فراہم کرنے میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

۵- جامعہ کراچی کے مختلف تدریسی شعبوں، تحقیقی مراکز اور لائبریریوں میں آپ نے ۱۵۰ کمپیوٹر کی تنصیب کرائی اور اس طرح انٹرنیٹ پرووائڈر سروس کے تحت جامعہ کے تمام شعبوں کو انٹرنیٹ کی سہولت حاصل ہوگئی اور جامعہ باقاعدہ انفارمیشن ٹیکنالوجی (I.T) کے دور میں داخل ہوگئی جس سے ۱۴ ہزار طلباء و طالبات اور اساتذہ کو علمی و تحقیقی فوائد حاصل ہوئے۔

۶- شیخ الجامعہ بننے کے بعد آپ نے بعض نئے شعبے قائم کئے مثلاً شعبہ پبلک ایڈمنسٹریشن، شعبہ القران والسنہ اور شعبہ اصول دین، شعبہ انڈسٹریل ڈیزائن اینڈ ویژول اسٹیڈیز، بزنس ایڈمنسٹریشن کا تدریسی پروگرام سیدنا برہان الدین انسٹی ٹیوٹ آف جینیٹک، عمر پاشا انسٹی ٹیوٹ آف کمپیوٹر سائنس، پنجوانی انسٹی ٹیوٹ آف مالیکولر میڈیسن اینڈ ڈرگ ڈیولپمنٹ، فیروز انسٹی ٹیوٹ آف ماس کمیونی کیشن، ڈاکٹر اے کیو خان انسٹی ٹیوٹ آف بائیوٹیکنالوجی منصوبے وغیرہ۔

۷- جامعہ کے طلباء و طالبات، اساتذہ و ملازمین کی فلاح و بہبود کے متعدد منصوبے۔

۸- اکاؤنٹس سسٹم اور امتحانی کام کو کمپیوٹرائزڈ کرایا۔ طلباء و طالبات کے ٹرانسپورٹ کے مسائل حل کئے اور جامعہ میں امن و امان کی صورت حال کو بہتر بنایا۔ حکومت چین کے تعاون سے جامعہ کراچی میں لینگویج لیبارٹری کے قیام کے لئے فضا سازگار کی۔

اعلیٰ اخلاقی اقدار کے حامل:

وہ بڑے منکسر المزاج تھے۔ بڑے خلیق، نرم گفتار، رقیق القلب، معاملہ فہم، دیندار اور دیانتدار، لوگوں کے کام آنے والے، لغزشوں سے درگذر کرنے والے، محفلوں میں شرکاء محفل سے جلد گھل مل جانے والے، دوسروں کے دلوں میں بہت جلد اپنا مقام بنانے والے لغرض

کیا کیا عرض کروں کہ وہ کتنے اچھے انسان تھے اور کتنے باصلاحیت!

ادارہ کا ترجمان سہ ماہی رابطہ اکتوبر ۱۹۹۶ء تا جنوری ۱۹۹۹ء میری ادارت میں چھپتا رہا - اس کے بعد یہ ذمہ داری عزیزم سید ضیاء الدین جامعی نے سنبھالی - اس پورے عرصہ میں ڈاکٹر صاحب مرحوم، سید مبشر حسین واسطی اور سید صفدر علی کے ہمراہ مجلس ادارت کے عام ممبر کی حیثیت سے میرے معاون اور رفیق کار رہے - میں نے بارہا ڈاکٹر صاحب سے کہا وہ اس عزت کے زیادہ مستحق ہیں مگر وہ میری ہی سربراہی پر مصر رہے - یہ ان کی ذرہ نوازی تھی -

''رابطہ'' کی طباعت جامعہ کراچی کے پریس میں ہوتی تھی اور اب بھی ہوتی ہے - جامعہ کے شعبہ تصنیف و تالیف کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر جناب سید اقبال حسین صاحب جو بہت پیارے انسان ہیں وہ اگرچہ مجھے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرتے تھے تاہم مجھے کبھی کبھی شیخ الجامعہ کے دفتر ڈاکٹر صاحب کے پاس جانا ہوتا تھا - میں جب کبھی ان کے پاس جاتا وہ کرسی چھوڑ کر آتے اور میرا استقبال کرتے اور میں جب ان کے دفتر سے واپس جاتا تو وہ دوسری منزل پر واقع اپنے دفتر سے نیچے اتر کر میرے ساتھ آتے اور گاڑی تک مجھے چھوڑتے تب واپس اپنے دفتر جاتے تھے - میں نے بارہا ان سے کہا ڈاکٹر صاحب آپ انتہائی مصروف آدمی ہیں مجھے شرم محسوس ہوتی ہے آپ اتنا زیادہ تکلف نہ کیا کریں مگر وہ نہ مانے - میں نے ان سے کم مرتبہ اور کم حیثیت لوگوں میں تکبر دیکھا ہے مگر ان میں اس کا شائبہ تک نہ تھا -

میری بیوی نے ان سے انگریزی پڑھی ہے - ہوا یوں کہ جب وہ خود حیدرآباد سندھ میں طالب علم تھے اور کچھ دن کے لئے بھاولپور آئے تو میری بیوی ان دنوں اپنے امتحان کی تیاریوں میں مصروف تھیں اور انہیں انگریزی میں مدد کی ضرورت تھی - ڈاکٹر صاحب نے انتہائی خوش دلی سے انہیں ایک ماہ سے کچھ کم عرصہ مدد فراہم کی - اس تعلق سے بھی میرے اور ڈاکٹر صاحب کے درمیان ایک قرب اور گرمجوشی تھی - وہ میرے گھر تشریف لاتے تھے اور ہم دونوں سے بے تکلف تھے -

صبح ساڑھے سات بجے کا وقت ڈاکٹر صاحب کے پاس نسبتاً کم مصروفیت کا تھا - ورنہ وہ سارے دن اور رات دیر تک مصروف رہتے - جب کبھی ہمیں فون پر بات کرنا ہوتی تو میں انہیں یا وہ مجھے اسی وقت فون کرتے -

ایک دن فون پر مجھ سے بات کر رہے تھے کہ میں نے کہا ڈاکٹر صاحب آج ہمارے یہاں پائے پک رہے ہیں - فوراً بولے آپ یہ پائے تنہا نہیں کھا سکتے - ہم بھی آرہے ہیں اور آپ کے ساتھ پائے کھائیں گے - چنانچہ وہ اور محترمہ شاہدہ بھابھی دونوں ہمارے یہاں آئے اور ہمارے ساتھ کھانا کھایا اور اسطرح ہمارے کھانے کا لطف بھی دوبالا ہوگیا -

ایک دن بھاولپور سے میرے پاس فون آیا کہ ایک غریب عزیز کو علاج معالجے کے اخراجات کے سلسلہ میں ادارہ اخوان السادات کی مالی اعانت کی ضرورت ہے تو کیا ادارہ کی جانب سے یہ مالی امداد مل سکتی ہے - قبل اس کے کہ ادارہ مالی امداد فراہم کرنے کے سلسلہ میں فیصلہ کرے ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہوگیا اور انہوں نے بخوشی ہزاروں کی یہ رقم اپنی جیب سے ادا کرنے کا فیصلہ کیا - اور بھاولپور فون کر کے یہ انتظام کیا کہ فوری طور پر یہ رقم اس غریب بیمار عزیز کو مل جائے -

ایسے کتنے ہی عزیز و اقارب تھے جو نادار اور ضرورت مند تھے اور ڈاکٹر صاحب باقاعدہ ان کی مالی امداد کرتے تھے -

ہوئی جاتی ہے آخر بزم ارباب کمال احسن
اٹھے جاتے ہیں وہ بھی جو یہاں دو چار بیٹھے ہیں

پاسپورٹ کے لئے بنوائی گئی ایک یادگار تصویر

بیاد ڈاکٹر ظفر زیدی

سید احمد

ابھی ایک ہفتہ قبل ادارہ اخوان السادات گلاؤٹھی کی تقریب عید ملن میں برادرم ڈاکٹر ظفر زیدی سے ملاقات ہوئی تھی - خیال بھی نہ تھا کہ آٹھ ہی یوم بعد ہم کو اس ممدوح کی دائمی رفاقت کا ماتم کرنا پڑیگا -

ہمارے لئے یہ کتناغم ناک سانحہ ہے کہ آج ہمارا قلم اس کا ماتم کرے جس کی زندگی کا ہر لمحہ اس بدنصیب قوم جس کی اکثریت جہالت کے اندھیرے اور علم کی تحصیل میں ناہمواری کا شکار ہے کے فروغ علم و تدریس میں صرف ہوا ڈاکٹر ظفر زیدی یقیناً قوم کا علمی سرمایہ تھے - ان کی عبقری شخصیت پر ملک کے نامور دانشوروں اور اہل علم نے بہت کچھ لکھا ہے اور اپنے توصیفی کلمات میں مرحوم کو خراج عقیدت سے نوازا ہے -

راقم نے ڈاکٹر زیدی کو ایک رشتہ دار اور عزیز داری کے تعلق سے کس طرح پایا ان کی شخصیت کے اس پہلو پر کچھ عرض کروں گا -

ڈاکٹر صاحب سے گو کہ میری اہلیہ کی طرف سے قریبی رشتہ داری ہے جو کہ رشتہ میں ان کی پھوپھی ہوتی ہیں مگر آپ سے میرا زیادہ تعلق ادارہ اخوان السادات کے توسط سے رہا - مرحوم ادارہ کے اہم رکن تھے اور ہمیشہ اپنے قیمتی مشوروں سے مستفیض کیا کرتے تھے -

میرے غریب خانہ پر ادارہ ہذا کے ماہانہ اجلاس تقریباً ۱۳-۱۴ سال تک ہوتے رہے - آپ نے باقاعدگی سے ان اجلاسوں میں شرکت کی علاوہ ان مواقع پر جب آپ کراچی سے باہر ہوتے - آپ کی طبیعت میں تعلق خاطر کی ایک نمایاں جھلک یہ تھی کہ آپ اکثر میٹنگ کے اختتام کے بعد میری اہلیہ یعنی اپنی پھوپھی جنہیں وہ پھوپو کہتے تھے ضرور ملتے اور خیریت معلوم کرتے - یہ ان کی تعلق داری کا خاصہ میرے اور اہل خانہ کے لئے ناقابل فراموش ہے -

آپ کو برادری کے بچوں کی تعلیم کا بیحد خیال تھا آپ ہی کی تجویز پر ادارہ میں تعلیمی فنڈ کا اجراء ہوا جس میں برادری کے ممبران نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اس فنڈ کے ذریعہ برادری کے مستحق و زیردست طلباء کی معاونت کے علاوہ ذہین اور اعلیٰ معیاری کارکردگی کے حامل طلبا کی حوصلہ افزائی و پذیرائی کا عمل انعامات کی شکل میں جاری ہوا - آپ کے جاری کردہ اس فنڈ میں بحمد اللہ آج ایک کثیر رقم موجود ہے - جس سے ادارہ کی تعلیمی سرگرمیاں جاری ہیں اور اگر اللہ کو منظور ہوا تو مستقبل قریب میں ایک تعلیمی ادارہ کی شکل میں معرض وجود ہوں گی -

ڈاکٹر موصوف ہر ذہین اور لائق بچے سے مل کر بہت خوش ہوتے تھے آپ کا دست تعاون ہر لائق طالب علم کے بہتر مستقبل کے لئے دراز تھا -

حالیہ عید ملن میں، میں نے اپنی بیٹی آسیہ سید کے امریکہ سے ایم - ایس (سول انجینئرنگ) کرنے کی خوشخبری دی تو بیحد مسرت کا اظہار کیا اور مجھے مبارک باد دی اور کہا کہ بھائی صاحب! یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے کہ برادری کی اس بچی نے سب سے پہلے (B.E (Civil Engg. کراچی سے کیا اور آج اسی نے امریکہ سے MS کیا - میری طرف سے اسے دلی مبارکباد پہنچا دیں -

ڈاکٹر ظفر زیدی بیشمار خوبیوں کے مالک تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک رقیق دل، حد درجہ انکساری، محبت اور خلوص کی صفات سے نوازہ تھا -

لاریب - ڈاکٹر ظفر زیدی ہماری انجمن کا ایک درخشاں و روشن چراغ تھے جو ۷ جنوری کی صبح ہمیشہ کے لئے بجھ گیا -

آہ! بجھ گیا باد اجل سے اک روشن چراغ

افسوس کہ کراچی کی سرزمین کا یہ نادر محقق اور معلم اس عجائب خانہ عالم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا - مرحوم کی اس غیر متوقع وفات سے ہمارے ملک کے حلقہ علم و فن کو بڑا صدمہ پہنچا ہے -

مگر اے عزیز تم اب اس دنیا میں ہو جہاں اس دنیا کی مدح و ستائش کی حکایتیں نہیں پہنچتیں - مغفرت کی دعائیں تمہارے لئے ہیں -

ربنا تقبل لنا و انک انت السمیع العلیم -

ایک عالی دماغ کی موت

سید ضیاء الدین جامعی

انسانی زندگی سے زیادہ ناپائیدار کوئی شے نہیں یہ ایک بلبلہ ہے جو نہ جانے کب پھوٹ جائے - زندگی فانی ہے اس فانی اور غیر یقینی زندگی کے لئے انسان کیا کچھ نہیں کرتا ہے کبھی ہوس اقتدار میں مست ہو کر انسانوں کو مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے اور کبھی ہوس دولت میں مبتلا ہو کر بنی نوع انسان کو نان شبینہ کا محتاج بنا دیتا ہے اگر بے ایمانی کرتا ہے تو ابلیس بھی اس سے پناہ مانگتا ہے اور اگر ایمانداری دکھاتا ہے تو فرشتے بھی رشک کرتے ہیں-

جب مرتا ہے تو صرف یادیں چھوڑ جاتا ہے- یادیں انسان کا سرمایہ ہیں جو ساری عمر میں کماتا ہے یہ سرمایہ اگر ایمانداری، انسان دوستی، خوش اخلاقی اور محبت پر مبنی ہو تو وہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے-

انہی خوبیوں کو لیئے ہوئے شیخ الجامعہ محترم ڈاکٹر ظفر حسنین زیدی ہم سے جدا ہو گئے ہم ان کی یادوں کو اٹھتے بیٹھتے یاد کرتے رہیں گے- ڈاکٹر صاحب انتہائی سادہ، نرم گفتار، خوش اخلاق، متین، نہایت محنتی، عالی دماغ، مدبر، محقق اور ملک کے عظیم سائنسدان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب استاد اور ایک بہترین منتظم تھے-

ڈاکٹر ظفر زیدی ۴ مارچ ۱۹۳۹ء کو بلند شہر یو پی میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم حیدرآباد میں ہی ہوئی ۱۹۶۱ء میں سندھ یونیورسٹی سے کیمسٹری میں B.Sc (Hon) کیا- ۱۹۶۳ء میں اسی یونیورسٹی سے M.Sc کیا- اعلیٰ تعلیم آپ نے انگلینڈ کی Leeds یونیورسٹی سے حاصل کی- جہاں سے آپ نے D.Sc اور Ph.D. کی ڈگری لی-

اپنی عملی زندگی کا آغاز آپ نے گورنمنٹ کالج حیدرآباد سے کیا ۶۵-۱۹۶۳ تک یہاں پڑھایا- ۷۳-۱۹۶۹ء تک پی سی ایس آئی آر میں خدمات انجام دیں ۱۹۷۹ء میں آپ نے کیمیکل سوسائٹی آف پاکستان کے جرنل کی بھی ادارت سنبھالی اور پروٹین کیمسٹری کے موضوع پر سات بین الاقوامی سیمینار بھی منعقد کئے- آپ نے ۲۵ جولائی ۱۹۹۷ء کو شیخ الجامعہ کا چارج سنبھالا اور تادم آخر شیخ الجامعہ رہے- اس مختصر مدت میں آپ نے جامعہ کراچی کی جو خدمت کی وہ کبھی فراموش نہ کی جاسکیں گی- خاص طور پر جامعہ کراچی کے ''سیدنا برہان الدین انسٹی ٹیوٹ آف جینیٹکس، عمر پاشا انسٹی ٹیوٹ آف کمپیوٹر سائنس، ڈاکٹر اے کیو خاں انسٹی ٹیوٹ آف بائیوٹیکنالوجی، پنجوانی انسٹی ٹیوٹ آف مالیکولر میڈیسن اینڈ ڈرگ ڈیولپمنٹ، فیروز انسٹیٹیوٹ آف ماس کمیونٹی کیشن قابل ذکر ہیں-

ڈاکٹر صاحب کی شادی ۱۲ مئی ۱۹۷۲ء کو ڈاکٹر شاہدہ سے ہوئی آپ کی تین بیٹیاں ہیں-

آپ نے اپنی زندگی میں اتنے انعامات اور اعزازات حاصل کئے ہیں کہ اگر اس کی تفصیل لکھنی شروع کی جائے تو کئی صفحات درکار ہوں گے آپ کی زندگی اور کارناموں پر اتنا کچھ لکھا جارہا ہے کہ آپ کے کارناموں کے نئے باب کھل رہے ہیں-- ۶۰ سال ۱۰ ماہ کامیاب زندگی گزارنے والی شخصیت جو ہمارے لئے مشعل راہ ہیں آخر کار ۴ جنوری بروز جمعرات اپنے خالق حقیقی سے جاملی (انا للہ و انا الیہ راجعون) ایسی شخصیت مدتوں میں پیدا ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائیں (آمین) آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا اصلح الحسینی نے پڑھائی- آپ کے انتقال سے تعلیمی میدان میں جو خلا پیدا ہوا ہے وہ تو شاید مستقبل قریب یا دور میں پورا ہو جائے مگر ہمارے ادارے اخوان السادات کے لئے جو نقصان عظیم ہوا ہے وہ مدتوں پورا نہ ہو سکے گا- آپ کی برادری کے لئے خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی-

میرا خیال ہے کہ زیادہ مناسب ہوگا کہ میں ڈاکٹر صاحب کے بارے میں خود لکھنے کے بجائے مختلف شخصیات کے پیغامات یا تقریروں سے اقتباس اس رسالے کی زینت بناؤں-

آپ کی وفات پر آپ کی عظیم خدمات کو سراہتے ہوئے صدر پاکستان جناب رفیق تارڑ اور چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے

آپ کی وفات کو ملک کا عظیم نقصان قرار دیا اور ان کی تعلیمی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے تعزیت کا اظہار کیا - جبکہ صدر پاکستان جناب رفیق تارڑ بذات خود ان کی بیگم ڈاکٹر شاہدہ سے تعزیت کے لئے ان کے گھر تشریف لائے -

گورنر سندھ محمد میاں سومرو، صوبائی وزیر صحت میجر جنرل (ر) احسان احمد، وزیر مذہبی امور مولانا ولی رازی ، خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران کراچی کے ڈائریکٹر جنرل محمد رضا، انجمن ترقی اردو کے صدر آفتاب احمد خاں معتمد جمیل الدین عالی سرسید یونیورسٹی کے چانسلر ظل احمد نظامی نے اپنے الگ الگ پیغامات میں ڈاکٹر صاحب کی اچانک وفات کو قومی سانحہ قرار دیا اور کہا ہے کہ ان کی بے مثال خدمات تا دیر یاد رکھی جائیں گی -

بقائی میڈیکل یونیورسٹی کی انتظامیہ اور بقائی فاؤنڈیشن کے اراکین گورننگ باڈی کا غیر رسمی ہنگامی اجلاس زیر صدارت فریدالدین بقائی ہوا -

جس میں پروفیسر ڈاکٹر ظفر زیدی شیخ الجامعہ کراچی یونیورسٹی کے سانحہ ارتحال پر اظہار افسوس کرتے ہوئے ان کی موت کو علم وتہذیب کا ستون گرنے کے مترادف قرار دیا انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب تعلیمی اداروں کے لئے شجر سایہ دار تھے -

ڈاکٹر مسعود طاہر اپنے کالم میں لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر ظفر زیدی نے میرٹ کی بنیاد پر اساتذہ کو ذمہ داریاں تفویض کی تھیں اور بیشتر وقت یونیورسٹی کے معیار کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے فکر مند رہا کرتے تھے - ان کے دور میں یونیورسٹی میں کئی نئے شعبے کھلے - کئی انسٹی ٹیوٹ کی عمارتیں بنی شروع ہوئی - کیمپس کو خوبصورت اور صاف ستھرا رکھنے کا انتظام ہوا، بجلی کے بحران کے خاتمے کے لئے اہم اقدام کیا گیا - وہ یونیورسٹی کے لئے باہر سے امدادی رقم لے کر آئے - اساتذہ میں تدریس وتحقیق کا زیادہ سے زیادہ شوق پیدا کرنے کے لئے ''بہترین استاد'' کے سالانہ ایوارڈ کا اجراء کیا گیا وہ یونیورسٹی کا قیمتی اثاثہ تھے - زندگی انہیں مہلت دیتی تو وہ یونیورسٹی کی اور زیادہ خدمت کرتے ڈاکٹر زیدی مرحوم کی نظر بحیثیت مجموعی یونیورسٹی کے تمام معاملات اور شعبوں پر رہتی تھی جس کی ایک مثال خود ہمارے شعبے یعنی ابلاغ عامہ کی ہے اس شعبے کی کوششوں سے نواز شریف نے اپنے پہلے دور وزارت عظمیٰ میں شعبے کو ایک کروڑ روپے دینے کا اعلان کیا تھا - منصوبہ یہ تھا کہ اس رقم سے شعبے کی نئی عمارت تعمیر ہوگی اور اسے ایک انسٹی ٹیوٹ کا درجہ دیا جائے گا لیکن اس دور کے وائس چانسلر نے اس رقم کو دوسری مدات میں خرچ کر ڈالا اور عمارت کا منصوبہ کھٹائی میں پڑ گیا ڈاکٹر ظفر زیدی وائس چانسلر بنے تو انہوں نے اس معاملے پر خصوصی توجہ دی فنانس ڈھونڈا عمارت کی تعمیر شروع کروائی جسکا بنفس نفیس خود جائزہ لیتے رہے اور اب جبکہ عمارت کی تعمیر آخری مراحل میں ہے ڈاکٹر صاحب اس دنیا میں نہیں ہیں لیکن ان کے کئے ہوئے کام ان کے نام اور ان کی یاد کو زندہ رکھنے کے لئے کافی ہیں - موت برحق ہے ہر آنے والے کو ایک دن اس دنیا سے جانا ہے لیکن جنہوں نے کارہائے نمایاں کئے ہیں وہ اپنے کاموں کے حوالے سے یاد رکھے جائیں گے اور ڈاکٹر زیدی مرحوم کا نام اور کام یقیناً ایسا ہے کہ برسوں تک زندہ رہے گا -

ڈاکٹر صاحب کے سوئم کے موقع پر جامعہ کراچی میں قرآن خوانی اور تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں تدریسی، غیر تدریسی اور طلبہ نے بڑی تعداد میں شرکت کی - تعزیتی اجلاس سے خطاب کے دوران بیشتر مقررین نے ڈاکٹر صاحب مرحوم کو عظیم انسان ، سائنسدان، محقق، سماجی کارکن قرار دیا اور ان کی اچانک موت پر دلی دکھ اور افسوس کا اظہار کیا - سابق وائس چانسلر ڈاکٹر ارتفاق علی نے انہیں اپنا نہایت قابل اعتماد ساتھی قرار دیا - جامعہ کراچی کے سینئر پروفیسر اور قائم مقام وائس چانسلر ڈاکٹر ظفر سعید سیفی نے کہا کہ ہم اس بات پر حیران تھے کہ وہ جن بڑے منصوبوں کی نشاندہی کرتے تھے وہ ہمارے نقطہ نظر سے نا قابل عمل ہوتے لیکن وہ اسے عملی جامعہ پہنانے میں کامیاب ہو جاتے - سابق پرو وائس چانسلر ڈاکٹر قائم پیزادہ نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کی ساری زندگی ایک مشن تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیابی دی - وہ بہترین اور مکمل سائنسدان اور سماجی کارکن تھے انہوں نے یونیورسٹی کا ایک جدید ترین عملی تصور پیش کیا - نئے اور جدید موضوعات متعارف کرائے -

پرویز صدیقی نے کہا کہ ظفر زیدی نے جامعہ کراچی کے لئے جان دے دی لیکن ہم نے انہیں سوائے ٹینشن کے کچھ نہیں دیا - ڈاکٹر شکیل

فاروقی نے کہا کہ وہ ملک کے عظیم سائنسدان تھے - نیچرل پروڈکٹ میں ان کا طوطی بولتا تھا انہوں نے ملک میں سب سے پہلے کمپیوٹر لیب قائم کی - ڈاکٹر وقار الدین نے کہا پاکستان سائنس اکیڈمی نے بھی ان کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے انہیں نائب صدر مقرر کیا -

آپ کے انتقال پر تمام سیاسی ، مذہبی ، سماجی ، اصلاحی ، تعلیمی اور طلبہ تنظیموں کے علاوہ چاروں صوبوں کے حکام نے تعزیت کا اظہار کیا ہے -

---

سوگوار

کلمات تعزیت و عقیدت

ہم سب ہی کو موت سے ہم آغوش ہونا اور اپنے خالق حقیقی سے جاملنا ہے مگر کم ہیں ایسے لوگ جن کے دنیا سے اٹھ جانے کو لوگ اتنا عظیم نقصان تصور کریں اور اتنا زیادہ سوگ منائیں - ڈاکٹر سید ظفر زیدی یقیناً ان ہی عظیم ہستیوں میں سے تھے جن کی موت کو اہل علم و دانش نے اتنا ہی بڑا نقصان قرار دیا اور اتنا ہی زیادہ سوگ منایا - کیا صدر مملکت و چیف ایگزیکٹیو ، وفاقی و صوبائی وزراء ملکی جامعات کالجز و تعلیمی اداروں کے اساتذہ ، طلباء و طالبات اور کیا شعراء ، ادباء ، دانشور حضرات و سیاستدان سب ہی نے ان کی موت کو عظیم ملکی سانحہ اور علم و دانش کا عظیم نقصان قرار دیا -

صدر مملکت جناب رفیق احمد تارڑ اپنے حالیہ دورہ کراچی میں ان کے گھر ان کی بیوہ کے پاس تعزیت کے لئے گئے - وزیر داخلہ لیفٹیننٹ جنرل (ر) جناب معین الدین حیدر اور سابق گورنر جناب عظیم داؤد پوتا PECHS میں مسجد نور سے متصل میدان میں ان کی نماز جنازہ میں شریک تھے - موجودہ گورنر سندھ محمد میاں سومرو سوم کی قرآن خوانی سے فراغت کے بعد اظہار افسوس کر رہے تھے کہ وہ اندرون سندھ اہم سرکاری دورہ پر ہونے کے باعث ڈاکٹر صاحب کی تدفین میں شریک نہ ہو سکے - ڈائریکٹر جنرل رینجرز جنرل عبدالقادر بلوچ ، متحدہ قومی موومنٹ کے آفتاب شیخ اور خالد بن ولید ، جماعت اسلامی ، پاکستان کے نائب امیر پروفیسر غفور احمد ، جمعیت علماء پاکستان کے محمد صدیق راٹھور ، سابق شیوخ الجامعہ ڈاکٹر جمیل جالبی پروفیسر ڈاکٹر سید ارتفاق علی اور ڈاکٹر عبدالوہاب ہمدرد یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر منظور احمد ، این ای ڈی یونیورسٹی کے وائس چانسلر انجینئر ابو الکلام ، ضیاء الدین میڈیکل یونیورسٹی کے چانسلر ڈاکٹر عاصم حسین ، قائد اعظم اکیڈمی کے سابق ڈائریکٹر ڈاکٹر شریف المجاہد ، آئی بی اے کے ڈائریکٹر ڈاکٹر جاوید اشرف ، ایرانی قونصل جنرل آقائے بختیاری ، خانہ فرہنگ کے ڈائریکٹر جناب زین علی ، ایران ائیر کے جنرل منیجر آقائے غلام پور آئی جی سندھ جناب آفتاب نبی - سندھ انسٹی ٹیوٹ آف یورولوجی اینڈ ٹرانسپلانٹیشن کے ڈائریکٹر انور نقوی لیاقت نیشنل ہسپتال کے ڈائریکٹر ڈاکٹر معز الدین ، ثانوی تعلیمی بورڈ کے کنٹرولر امتحانات سید جاوید افتخار ، اعلیٰ ثانوی تعلیمی بورڈ کے سیکریٹری پروفیسر ظہیر پارس ، انجمن اساتذہ جامعہ کراچی کے سیکریٹری ڈاکٹر شکیل الرحمٰن فاروقی ، آرٹس کونسل کے نائب صدر ایس ایچ ہاشمی ، کمشنر کراچی شفیق الرحمٰن پراچہ ، ایڈیشنل سیکریٹری تعلیم پروفیسر انیس علوی ، کالج پرنسپل ایسوسی ایشن کے صدر پروفیسر ہارون رشید ، سپلا کے مرکزی صدر دیوان آفتاب احمد خان صاحب ، سابق پرو وائس چانسلر جامعہ کراچی پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم ، کراچی پریس کلب کے سیکریٹری ولی رضوی ، یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے ریجنل ڈائریکٹر ڈاکٹر اقبال پنہور ، گورنر سندھ کے مشیر عبدالوہاب شیخ ، ممتاز دانشور ماہر تعلیم ڈاکٹر محمد قیصر ، ڈاکٹر ناصر الدین ، پروفیسر ایمرٹیس ڈاکٹر ریاض الاسلام ، ڈاکٹر فرمان فتح پوری ، ڈاکٹر اسلم فرخی و دیگر ممتاز ماہرین تعلیم ، سیاستدان و دانشور ڈاکٹر صاحب کی نماز جنازہ میں شریک تھے اور پوری فضا غم واندوہ اور اداسی کی تصویر تھی -

استاذ الاساتذہ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی نے ادارہ اخوان السادات گاڑکھی کے صدر سید محبوب حسن واسطی کو اپنے تعزیتی خط میں تحریر فرمایا '' سید ظفر زیدی کے انتقال کی خبر منیر احمد سلمہ نے دی تھی - انا للہ وانا الیہ راجعون ان کے لئے فوراً ایصال ثواب کیا تھا - اللہ تعالیٰ ان کے درجات خوب خوب بلند فرمائے اور سب عزیزوں کو صبر جمیل سے نوازے - آمین ثم آمین - صوبائی

وزیر مذہبی واقلیتی امور جناب محمد ولی رازی جو ڈاکٹر سید ظفر زیدی کے گھر گئے اور اہل خانہ سے تعزیت کی نے فرمایا کہ ڈاکٹر ظفر زیدی کے انتقال سے ملک ایک ممتاز علمی شخصیت سے محروم ہوگیا ہے خانہ فرہنگ کے سربراہ نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کے انتقال سے پاکستان ایک بڑے سائنس دان سے محروم ہوگیا ہے - متاع دانش کے عہدیداران نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کی اچانک رحلت سے طلباء برادری اور اہل علم ایک شفیق و ہمدرد استاد اور ماہر تعلیم سے محروم ہو گئے ہیں -صوبائی وزیر صحت جناب احسان احمد نے کہا کہ ڈاکٹر سید ظفر زیدی کی شعبہ تعلیم میں تحقیقی و تعلیمی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی - روز نامہ جنگ کراچی نے اپنے ادارتی کالم میں لکھا کہ ڈاکٹر زیدی ایک بڑے ماہر تعلیم ہی نہیں بہت نامور سائنس دان بھی تھے اور سائنس کے شعبہ میں ان کی خدمات ، تدریس و تعلیم کے شعبہ سے کم نہیں تھیں - ان کی انہی قابل قدر علمی خدمات کی بنا پر ملکی اور بین الاقوامی سطح پر انہیں مختلف اعزازات سے نوازا گیا - معروف سیاستداں مولانا نورانی نے کہا کہ ڈاکٹر ظفر زیدی کے انتقال سے علمی و ادبی دنیا کو صدمہ پہنچا ہے - ان کی وفات قومی نقصان ہے - چیئر مین اکادمی ادبیات جناب افتخار عارف نے کہا کہ ملک ایک عظیم استاد اور تعلیم داں سے محروم ہوگیا ہے - ان کی تعلیمی خدمات کو مدتوں تک یاد رکھا جائیگا -

انجمن ترقی اردو پاکستان کے نائب معتمد امراؤ طارق نے کہا کہ ڈاکٹر ظفر زیدی کی وفات سے علم کیمیا کو نا قابل تلافی نقصان پہنچا اور اسی انجمن کے اعزازی صدر جناب آفتاب احمد خاں نے کہا کہ ڈاکٹر ظفر زیدی نے کیمیا پر اعلیٰ پایہ کی تحقیق کی شاہ تراب الحق قادری اور جناب حنیف طیب نے مطالبہ کیا کہ جامعہ کراچی میں ڈاکٹر ظفر زیدی کے نام سے ایک چیئر قائم کی جائے - پیپلز پارٹی (شہید بھٹو) کی چیئر پرسن غنوئ بھٹو نے ڈاکٹر ظفر زیدی کی علمی صلاحیتوں اور شعبہ تعلیم و تدریس میں ان کی گراں قدر خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کیا - پرنسپل اسلامیہ لا کالج و ڈین فیکلٹی آف لا - جامعہ کراچی نے کہا کہ ان کی وفات سے ملک ایک ماہر تعلیم و سائنس دان سے محروم ہوگیا ہے - مرحوم نے تعلیم کی ترقی کے لئے اہم خدمات انجام دیں - سابق شیخ الجامعہ کراچی ڈاکٹر ارتفاق علی نے کہا کہ ان کو خراج عقیدت پیش کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان کے چھوڑے ہوئے ادھورے کاموں کی تکمیل اور جامعہ میں تحقیق کو فروغ دیا جائے - ڈاکٹر ظفر زیدی تعلیمی امور کے ساتھ ساتھ انتظامی امور میں بھی ماہر تھے - ڈاکٹر پیرزادہ قاسم نے کہا ڈاکٹر ظفر زیدی ابتداء ہی سے Mission Oriented انسان تھے - انہوں نے یونیورسٹی کی بہتری کے لئے جو سوچا وہ کر دکھایا -

ڈاکٹر صاحب ایک سیمینار میں خطاب کرتے ہوئے

ڈاکٹر ظفر زیدی - مشفق استاد

سید اقبال حسین

ڈاکٹر ظفر زیدی کی علمی خدمات ان کے اعزازات اور جامعہ کراچی کی ترقی وتزئین کے بارے میں کافی کچھ لکھا جاچکا ہے لیکن جتنا بھی لکھا جائے کم ہے اور جتنا بھی کہا جائے کم ہے- میں نہ تو ان کی علمی خدمات کے بارے میں اور نہ ہی جامعہ کی ترقی وتزئین کے بارے میں کچھ کہوں گا- میرا ان سے تعلق شیخ الجامعہ کے علاوہ ایک شفیق استاد اور رہنما کا بھی تھا- ڈاکٹر زیدی سے متعلق ان گنت واقعات میرے ذہن کے گوشوں میں محفوظ ہیں میرے لیے ناممکن ہے کہ ان سب کو ضبط تحریر میں لاؤں لیکن ڈاکٹر ظفر زیدی سے آخری ملاقات میں کبھی نہ بھول پاؤں گا-

یہ بدھ جنوری کی تین تاریخ تھی میرے لیے شیخ الجامعہ کے روبرو ہونا معمول کی بات تھی لیکن نہ جانے کیوں اس دن میرا دل چاہ رہا تھا کہ آج ڈاکٹر ظفر زیدی صاحب سے ملاقات نہ ہو کیوں کہ بار ہا ایسا ہوا کہ میرے ہاتھ میں اگر پانچ فائلیں گفتگو کے لیے ہوتیں تو میں گفتگو سے پہلے ان کے چہرے سے ان کی مصروفیت اور تھکان کا اندازہ لگاتا اور اگر ان کو بے انتہا مصروف یا بہت زیادہ تھکا ہوا محسوس کرتا تو ان فائلیں میں سے کسی ایک یا دو فائلوں پر ہی گفتگو کر کے باقی فائلیں کسی نسبتا کم مصروف والے دن کے لیے واپس لے آتا اس دن بھی ان کے فون سے مجھے ان کی تھکان کا اندازہ بخوبی ہو گیا تھا- ان کے لہجہ اور ان کے چہرے سے ان کی مصروفیت اور تھکان کا اندازہ لگانا میرے لیے کوئی مشکل کام نہ تھا- لیکن ڈاکٹر صاحب کا اصرار تھا کہ کسی بھی طرح آج ضرور ان سے مل لوں- یہ اللہ ہی کی رضا تھی کہ اس روز میری ان سے آخری ملاقات ہو جائے اب میں سوچتا ہوں کہ کاش ایسا ہو جاتا کہ یہ ملاقات کچھ اور طویل ہو جاتی اور کچھ دیر اور میں ان کا چہرہ اپنی آنکھوں میں سجائے رکھتا- ان کے چلے جانے کا اب تک یقین نہیں آتا - نہ جانے میرے احساسات کب تک ان کی آہٹ محسوس کرتے رہیں گے-

مجھے تقریباً پندرہ سولہ سال تک ڈاکٹر ظفر زیدی صاحب کی شفقت حاصل رہی- کس طرح اپنے چھوٹوں کی شفقت کے ساتھ تربیت کی جاتی ہے یہ طریقہ ڈاکٹر زیدی سے ہی سیکھا جا سکتا تھا- اس دوران میں ان سے ان کے شعبہ نہیں بلکہ اپنے شعبہ سے متعلق تربیت حاصل کرتا رہا- کسی ذمہ داری کو تفویض کر کے اس کے بارے میں مکمل علم رکھنا اور وقت بروقت رہنمائی کرنا یہ ڈاکٹر ظفر زیدی کا ہی وطیرہ تھا - بارہا مجھے عملے کو ہدایات دیتے وقت میرے احکامات کو سنتے اور پھر بعد میں مجھے بتاتے کہ تم کو یہ کہنا تھا اور یہ کہنا مناسب نہیں تھا یہ تھا ان کی تربیت کا انداز - ان کا محبت اور اپنایت کے ساتھ مخاطب کرنا اور پھر اپنا مدعا بیان کرنا میرے ذہن کے گوشوں میں ہمیشہ گونجتا رہے گا- میں نے ان کے لہجہ میں ہمیشہ وہ اپنائیت پائی جو وہ اپنے بچوں کو مخاطب کرتے ہوئے اختیار کرتے تھے-

ڈاکٹر زیدی شیخ الجامعہ کے منصب سے قبل اپنے ذاتی مالی معاملات میں کافی فیاض تھے کسی کام کے معاوضہ کے بارے میں کبھی بھی سوال و جواب نہیں کرتے تھے بلکہ توقعات سے بڑھ کر ہی معاوضہ دیتے تھے- لیکن شیخ الجامعہ کا منصب سنبھالنے کے بعد سرکاری پیسہ کی جانب انتہائی احتیاط یا بخل برتنے لگے تھے اور مجھے یاد ہے کہ صرف پانچ پیسے کی ادائیگی پر مجھ پر بری طرح برہم ہو جاتے تھے- اعتماد کا یہ عالم تھا کہ جس پر اعتماد کرتے مکمل طور پر اعتماد کر کے آنکھیں بند کر لیتے اور مجھے سختی سے ہدایت کرتے کہ ''اپنی آنکھیں کھلی رکھنا''-

بڑا منصب ملنے کے بعد اکثر قدریں تبدیل ہو جاتی ہیں یا پھر پروٹوکول آڑے آتا ہے لیکن ڈاکٹر ظفر زیدی نے شیخ الجامعہ کا منصب سنبھالنے کے بعد بھی اپنی قدروں کو تبدیل نہیں کیا- ان کی وفات کا میری ذات کو دوہرا نقصان اٹھانا پڑا ہے- اللہ ان کو اپنی جوار رحمت میں اونچا مقام عطا کرے آمین-

With

Best Compliments

From

CNC

Electronics & Furniture

Shop No # 2, SB-5, Kehkashan Complex,
Block-13-C, Gulshan-e-Iqbal,
Near Bakka Restaurant, Karachi.
Phone: 4986483, 4981800

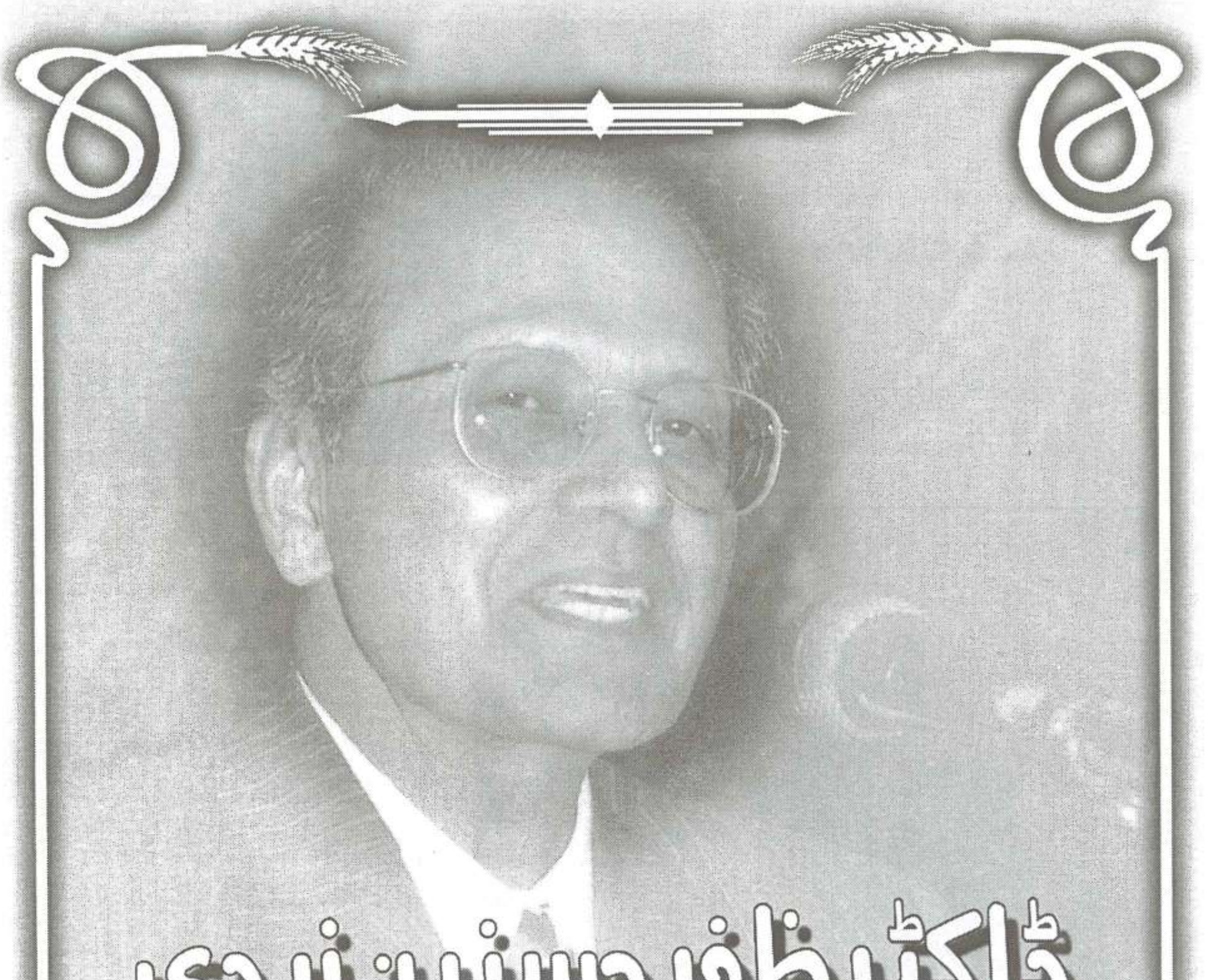
ڈاکٹر ظفر حسنین زیدی
تصاویر
کے آئینے میں

ایئر وائس مارشل جناب سلیم ارشد کے ساتھ

جنرل پرویز مشرف چیف ایگزیکٹو کے استقبال کے وقت

جنرل پرویز مشرف، گورنر جنرل، مظفر عثمانی، کور کمانڈر
کے ایچ ای جے کے دورے کے دوران

جنرل پرویز مشرف، لیفٹننٹ جنرل مظفر عثمانی، محمد میاں سومرو
گورنر سندھ اور ڈاکٹر وقار الدین کے ساتھ

جنرل پرویز مشرف، ڈاکٹر عطاء الرحمان، محمد میاں سومرو
گورنر سندھ ایچ ای جے میں کتابوں کے اسٹال پر

جناب رفیق تارڑ، صدر پاکستان، ڈاکٹر عطا الرحمٰن، وفاقی وزیر،
محترمہ انیتا غلام علی صوبائی وزیر تعلیم کے ہمراہ

سیمینار کے موقعہ پر

ڈاکٹر سلیم الزماں اور ایچ ای جے کے دیگر ساتھیوں کے
ساتھ ایک یادگار تصویر

ڈاکٹر طلعت وزارت، پروفیسر ملاحت کلیم شیروانی،
ڈاکٹر پیرزادہ قاسم ڈاکٹر شفیق الرحمان،
پروفیسر نہال رضوی، ڈاکٹر طاہرہ صدیقی اور ڈاکٹر
قاضی عبدالقادر کے ہمراہ

ڈاکٹر ظفر زیدی
(سرکاری مصروفیات کے دوران)

ڈاکٹر صاحب اپنے دفتر میں

ہفتہ طلباء کے موقعہ پر

ہفتہ طلباء کے موقعہ پر محمود شام ایڈیٹر جنگ کے ساتھ خطاب کرتے ہوئے

ڈاکٹر سید ظفر حسنین زیدی

نجی زندگی کی یادگار تصاویر

شریک حیات ڈاکٹر شاہدہ کے ساتھ

ڈاکٹر شاہدہ زیدی کے ہمراہ مئی ۷۲ء میں

شریک حیات کے ساتھ

شریک حیات اور خواہر نسبتوں کے ساتھ

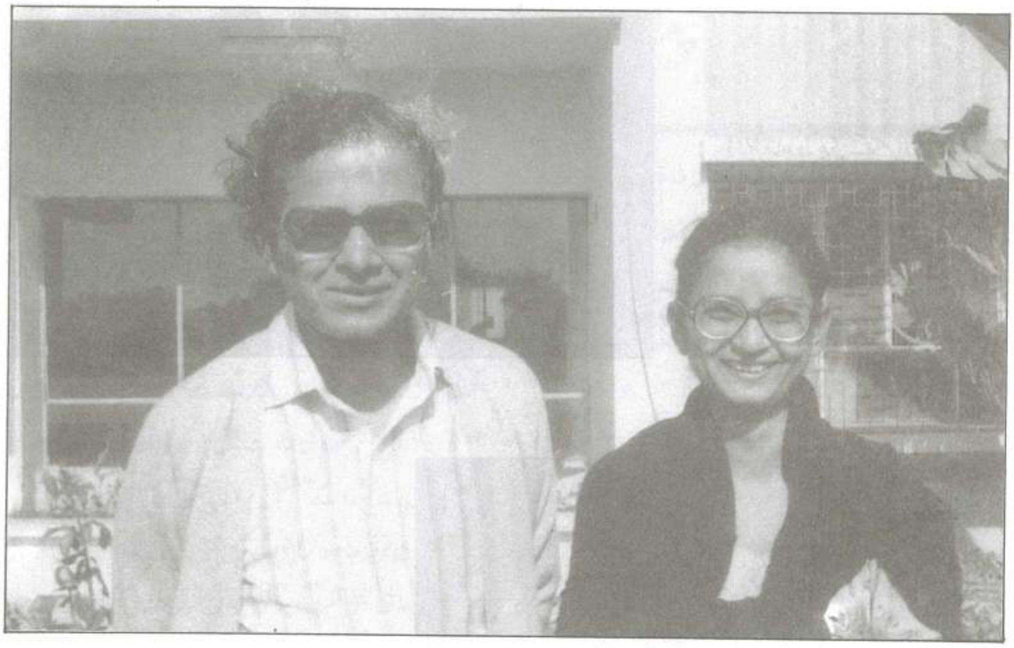

چھوٹی بہن ڈاکٹر مہ جبیں کے ساتھ

شریک حیات، بچوں اور خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ

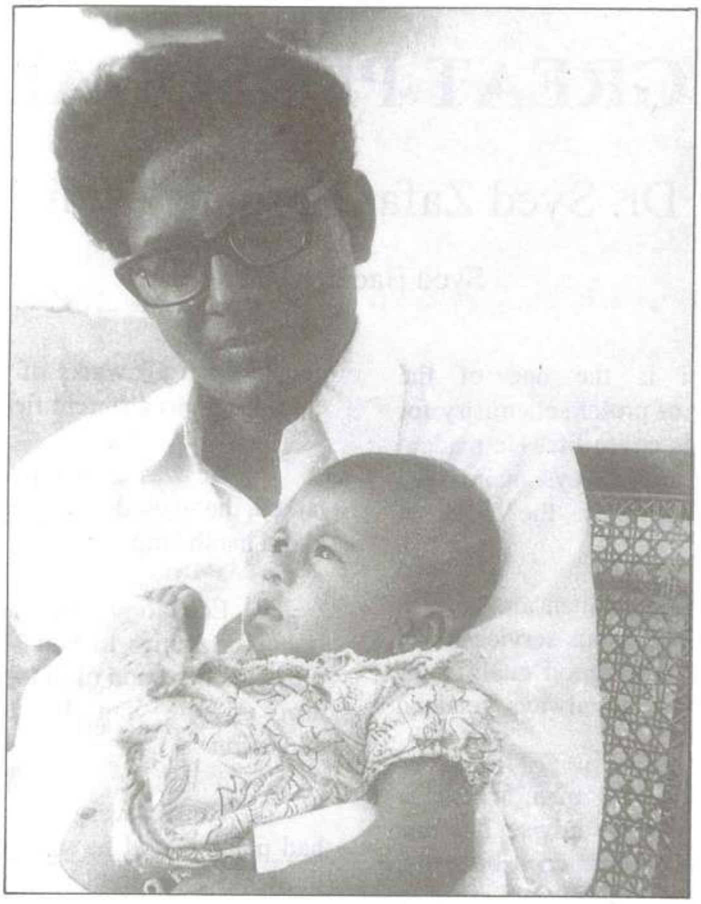

بڑی بیٹی صائمہ کے ساتھ

اپنے چچا سید محبوب علی زیدی اور شریک حیات کے ساتھ

THE GREAT PERSONALITY

Dr. Syed Zafar Hasnain Zaidi

Syed Badar Alam

Zafar Zaidi is the one of the pioneers in the field of protein chemistry for which he devoted his entire life. He made a lot of contribution and always maintained remarkable performance in the field of chemistry.

Much has been written and said in recognition of his meritorious services but I will highlight some other good qualities of his personality which he always retained throughout his life.

He was an honest man, whenever we met he would always advise me that whatever you do you should do it honestly. He would say that dishonesty gives a temporary happiness and satisfaction which concludes so early.

He always gave me the lesson of truth and he used to speak truth strongly. To him, truth is the most effective weapon of a person which lasts longer and prevents him from getting into trouble.

He would always value his time because of which he remained extraordinary throughout his career life. He would never waste his time for unproductive reasons but always stress on its productive utilization.

He had a very wide circle of people whom he used to meet wholeheartedly. Sometimes I get confused that how he managed to interact with a large number of people from all walks of life and achieved equilibrium in different fields.

He was a very polite man when he talked, he would talk politely and always avoid harsh language.

Education was one of the most important things to him. According to him, the best utilization of money is education, no aim of life can be achieved without education.

He was very committed to what he had planned and he saw several dreams for the progress of the University of Karachi, in which some have come true and some are yet to be come true.

He was a true patriotic man. One of the examples of his true patriotism to his country is that Inspite of a few job opportunities outside the country he always preferred to stay in Pakistan when "HEJ" was facing a great financial problem.

Zafar Taya is my role model. Those people are very lucky, who depart from this mortal world in this way Although Zafar Taya has died, he will always remain alive in my heart.

It is my faith that great people never die and their remarkable deeds are remembered for a long time.

Prof. Zafar Hasnain Zaidi (1939-2001)

Prof. Attiya Abbasi

It is quite painful for me to accept that my teacher Prof. Dr. Zafar Zaidi has left this world. He died in the early morning hours of 7th january 2001 after having suffered a heart attack four days back. People who knew him closely would agree that the loss is indeed great.

Prof. Zaidi was born on 4th March 1939 in Buland Shaher, U.P., India he migrated to the newly created Pakistan in 1947. After receiving a Master's Degree in Chemistry from the University of Sindh (Jamshoro) in 1963 Dr. Zaidi started his career as a teacher at Government College Hyderabad. His thrust for knowledge took his to Leeds from where he obtained a doctorate degree. His love for the country forced him to come back where he joined the Pakistan Council for Scientific and Industrial Research, as he was also very impressed with its director late Prof. Salimuzzaman Siddiqui.When Prof, Siddiqui Was assigned the task of establishing the Postgraduate Research Institute of Chemistry Dr. Zaidi came out with ful support and established the protein chemistry laboratory at the Institute. Today this research Institute is recognized al over the world.

At the HEJ research Institute of Chemistry, Dr. Zaidi initiated work on the structural aspects of snake venom proteins, avian hemoglobins, camel milk proteins and cataract. The research work carried out by his group has received internationally recognition, Over 25 scientists who have received their doctoral degree under his supervision are now serving with distinction in various universities around the world. He was one of the most active faculty member of the Institute and organized numerous national and international conferences in protein chemistry over the Years. Prof. Zaidi was also the Co-Editor-in Chief of the journal of the Chemical Society of Pakistan from 179-1985 and made valuable contributions to its development.

He received many and international awards and honors in recognition of his services to the nation and to science. These include Tamgha-e-Imtiaz and Sitara-e-Imtiaz by the Government of Pakistan in 1989, 1998, National Book Council awards, Al- Kharzmi award by the Government of Islamic Republic of Iran in 1992 and D.Sc. by the University of Leeds (U.K). He was appointed as the Vice Chancellor of the largest academic institution of Pakistan, the University of Karachi in 1997. As a Vice Chancellor he rendered very valuable services and established many new institutions including Syedna Burhan-ud-Din Institute of Genetics, Dr. Abdul Qadeer Khan Institute of Biotechnology, Dr. Panjwani Centre for Molecular Medicine and Drug Design, Dr. Feroz Ahmad Institute of Mass Communication and Umair Basha Institute of Computer Sciences.

His interest in bringing the country in pace with the world is reflected in establishment of BCCI (Fast) in the mid 80's. He was also especially concerned about the standard of education and primary care offered to children and made all efforts to help improve this situation. As a Rotarian he took

Continued on page 42

the teachers and research scholars, a cultured, sharp and intelligent person who was at times treated rather unjustly by certain sections of the press.

Noel Coward wrote in his diary on 19 March 1955: "The only thing that really saddens me over my demise is that I shall not be here to read the nonsense that will be written about me... There will be lists of apocryphal jokes I never made and gleeful misquotations of words I never said. What a pity I shan't be here to enjoy them!'

Professor Zaidi is no more and I wonder whether he would feel the same way Noel Coward thought, about all that is being written about him.

Continued from page 41

special interest in social work projects and gave the concept of adopting schools and orphanages. He loved Urdu poetry and literature and other forms of arts and music. He himself wrote many good poems.

Dr. Zaidi was a humble, dedicated, hardworking and honest individual. His life represents a portrait of a scientist with great moral character. He believed in best human values and had devoted all his energies for the benefits of general masses. He was a proud Pakistan who had all the vision and his commitment for the well being of mankind remains unquestionable. With his untimely death the scientific community of Pakistan has suffered a great loss the effect of which will be felt for a long time. May Allah Almighty rest his soul in peace. Ameen!

OBITUARY

Syed Usman Ghani Rashid

I have lost a personal friend. Nobody would substitute him. He was a jewel of a man. At the time of partition his family migrated to Pakistan and settled for a time at Bahawalpur. Then his family shifted to Hyderabad. In 1954, I happend to come to Karachi and for participation in debates I visited Hyderabad. It is there that my friendship with him grew and lasted till he breathed his last. He came over to Karachi in early days of 60s and got married in 1970. He himself was scholarly industrious and devoted but his qualities were augmented because of drive of his wife. Both made a happy couple. The couple gave birth to three daughters, who in their own right and for there are accompalished persons. Mindful of his legacy he contributed to the promotion of art and poetry. He participated in all activities of Bradri and Ikhwan. In fact, he was the pillar of Ikhwan. Nobody knew that his life would be cut short but he led full life, achieved great laurels. He was a Ph.D. and a D.Sc., holder of several national and international prizes and Awards. He became 13th Vice-Chancellor of premier University of Pakistan i.e. Karachi University, a distinction which very few people can claim to have. He died in office, thus becoming a second incumbent after Dr. Mahmood Hussain, who died in office. May Allah rest his soul in peace.

and added: "The office of your Department will soon be getting a good computer and printer," and sure enough, a few months after our meeting my office did receive a computer and a printer as did some other departments and research institutes along with other research and laboratory equipment.

Necessary allocations were always promptly and generously made available for the uplifting and capacity building of the Departments and administrative offices. Though he himself belonged to the famous HEJ Institute of Chemistry, he had no problem in admitting that the other Departments and institutes could also produce remarkable results if these were also provided the facilities and funds available to the HEJ. It is, indeed, a great tribute to the resource-hungry teaching departments and research institutes of Karachi University.

Being convinced of the importance of resources and facilities in promoting research, Professor Zaidi campaigned vigorously for funds, grants and modem equipment. In this context, he took a remarkable initiative when he activated and mobilized the ex-students of Karachi University settled in the Middle East, Europe and North America. He urged them to help the University and its various programmes. He was clearly very popular among these sons and daughters of the University who positively responded to his ideas and promptings and are now helping and assisting the University and its various programmes.

During his tenure, two research centres, one of Information Technology and other of moleculer medicine, were founded. Professor Zaidi did his Ph.D in Protein Chemistry from the University of Leeds, UK in 1968 and DSc from the same university in 1993. He was given *Sitara-i-Imtiaz* in 1998 and *Tamgha-i-Imtiaz* in 1989 in recognition of his services fields of science and education. In 1992, he was honoured with the famous Iranian prize called *Khwarazmi* International Science Award. He wrote and edited seven books, besides producing over 100 research papers. He was also a fellow of several prestigious national and international scientific bodies like Pakistan Academy of Sciences and Third World Academy of Sciences, Italy. He was a visiting faculty member of Teheran University, Teheran and Max Planck Institute of Bio-chemistry, Germany. He organized seven international conferences and workshops on immuno-chemical techniques and DNA sequencing. He was a pioneer of this kind of research in Pakistan as well.

Over the years, Professor Zaidi had developed a great liking for the Department of International Relations, its Faculty members and its various programmes. He personally knew most of the Faculty members and took great interest in our national and international workshops, conferences and seminars. He was very pleased when the Department of IR arranged a visit of the students and teachers to Iran in June-July last year. The visit was sponsored by the Cultural Centre of the Islamic Republic of Iran. On more than one occasion, he congratulated me and the Department and spoke very highly of the Government of Iran for making the trip possible.

The late Vice-Chancellor was a great friend of the needy and poor. He often arranged financial assistance for poor students and administrative staff. While protocol and other considerations constrained him to encourage the people walking up to the University gates to bring in their transport, he offered the facilities himself, a gracious gesture which continued even after he became Vice-Chancellor as he used to ensure that the individuals and families visiting his house and not having transport facility at their disposal were driven back to their destination by one of his cars. This was an old habit and it always continued.

During the last few months, Professor Zaidi had clearly become more agitated due to the workload with pressures taking toll of his health. In his zeal to modernize the University and its services and make the institution more dynamic and prestigious, he often drove himself and his administrative staff pretty hard. And in this drive, he had to make some hard decisions which were not always viewed favourably. Despite these controversies, it can still be stated that as a Vice-Chancellor he would be remembered for a long time, specially for being a dynamic leader – one of the few that the Karachi University has produced. He was a great planner and a visionary, a deliverer of goods, a good friend of

Professor Zaidi: as I knew him

1939-2001

Syed Sikander Mehdi

In 1969, I took a viva voce at the Dhaka University which was conducted by their board. It was a powerful board consisting of the chairperson and other very senior professors of the Faculty of International Relations. Excelling in the interview was essential if one was vying for a good position in the Master's degree exams. I was naturally tense but determined to do my best.

Amidst all the technical queries, one question really caught me off guard; What is closest to you? My prompt and unhesitant reply was; 'My mother.' But the board was visibly unconvinced and unimpressed as well. I was then asked to guess again, but I couldn't think of any other reply. It was then that Dr. M. A. Aziz, the chairperson, intervened and smilingly said: "No, my young boy, it is death which is closest to you. It is death which is nearest to all of us."

Thirty years have passed since then and I have faced several viva voce boards in connection with my job, but one question which I remember most is the one relating to death and its closeness to every living person or thing. I remember it more today when I think with a touch of sadness about the passing away of Professor Zafar H. Zaidi, the Vice-Chancellor of the University of Karachi. I never thought for a moment and perhaps no one else who knew him did that death was chasing him, that he was so dangerously close to it.

Though on a number of occasions, Professor Zaidi had told me that he treated me as one of his friends, I still feel as if I didn't know him enough. It was when I became the Registrar of Karachi University that I really came to know him as a person and later when I became the chairman of the Department of International Relations and he assumed charge as Vice-Chancellor.

Our meetings were usually restricted to being work-related, but he always treated me, as he treated almost every other visitor, and that was with utmost respect. He was most courteous in his dealings, making people feel special by giving them consideration like rising from the chair to receive visitors or walking up to the door to bid farewell. He was always available for all of us. My meetings with him always left me with an impression that I was with a colleague rather than with a boss. His genial nature never gave the impression to his juniors that they were his subordinates. Such was his respect for his colleagues.

Though often heavily occupied with loads of work, he despised the idea of letting teachers wait for him. Despite a tight schedule because of work load he would squeeze a few moments out of his schedule to meet the visiting teachers and scholars. Very often, he would interrupt his meetings and patiently listen to the visiting teachers and sometimes even promptly pass necessary orders.

Professor Zaidi was an active and energetic person. To me he always appeared to be on the move and in a hurry. He was a man of vision and nurtured amazing plans for the University of Karachi, in particular. But more amazingly, he was able to achieve, in a very short period, what had otherwise seemed to be so unachievable, so unreach-able.

For instance, he is perhaps the first Vice-Chancellor of recent years who can be credited with taking the University gradually out of its hitherto perpetual financial crisis.

"Money," he once told me, "is no problem".

Professor Zaidi was an active and energetic person. He was a man of vision and nurtured amazing plans for the University of Karachi, in particular. But more amazingly, he was able to achieve, in a very short period, what had otherwise seemed to be so unachievable, so unreachable.

PRINTED AT B.C.C. & T. PRESS, UNIVERSITY OF KARACHI